کنزالایمان پر کئے گئے اعتراضات کا علمی وتحقیقی جواب

چمن زمان کے رسالے

محرف کون؟

کا تجزیاتی مطالعہ

مقالہ نگار

پروفیسر ڈاکٹر دلاور خان

ناشر رُشد الایمان فاؤنڈیشن سمندری پاکستان

اشاعت خاص بائیسویں سالانہ امام احمد رضا کانفرنس

۲۸ اکتوبر ۲۰۲۳

مفتی چمن زمان کے رسالے

"محرف کون"

کا تجزیاتی مطالعہ

تحقیق

پروفیسر دلاور خان

زیر سرپرستی

پیکر اخلاص حضرت صاحبزادہ سید ریاست رسول قادری

صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا سمندری

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل سمندری فیصل آباد (پاکستان)

نام کتاب: مفتی چمن زمان کے رسالے "محرف کون" کا تجزیاتی مطالعہ

تحقیق: پروفیسر دلاور خان

بااہتمام: محمد شرافت علی قادری رضوی

مہتمم: جامعہ حنفیہ رضا اسلام ریسرچ سنٹر سمندری (پاکستان)

تاریخ اشاعت: ۲۵ صفر المظفر ۱۴۴۵ ہجری بمطابق ۲۰۲۳

صفحات: ۶۴

تعداد: ۲۰۰۰

ناشر: رشد الایمان فاؤنڈیشن سمندری پاکستان

ملنے کا پتہ

جامعہ حنفیہ رضا اسلام ریسرچ سنٹر 237 گ۔ب سمندری فیصل آباد (پاکستان)

0344-8672550

نوٹ: اس کتاب کی پروف ریڈنگ انتہائی احتیاط سے کی گئی ہے اگر پھر بھی کوئی لفظی غلطی نظر آئے تو اطلاع فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں۔ تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کی جائے۔

ستمبر کے پہلے ہفتے میں "محرف کون" کی پی ڈی ایف کی فائل موصول ہوئی۔ ابتدائی مطالعہ سے معلوم ہوا کہ یہ کاوش حضرت پیر سید ریاض حسین شاہ زید مجدہ کے دفاع میں قلم بند کی گئی ہے جو شاہ جی نے سورہ مریم کی آیت ۵۷ (وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا) کی تعبیر کی ہے کہ " ادریس علیہ السلام کا مزار ادھر ہی ہے جدھر نجف اشرف شریف میں علی کا مزار ہے۔

وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا: ہم نے اس کو وہ جگہ دی جو علی کو دی" یہ جدید تحقیق اہل علم و دانش کے لیے حیرت کا باعث بھی تھی۔ علمی تشنگی اور تفسیر بالرائے کے شک و شبہات دور کرنے کی خاطر عرض کی گئی کہ اسے قرآن و حدیث، اقوال صحابہ و تابعین، مفسرین قرآن اور آئمہ لغت کی تحقیقات روشنی میں مدلل فرمادیں یا وہ کون سے مصادر و مراجع ہیں جن کی روشنی میں یہ تعبیر معرض وجود میں آئی ہے بس اس کی نشان دہی کر دی جائے۔ یہ مذہبی و اخلاقی تقاضا بھی تھا کہ اس جدید تعبیر کے مصادر و مراجع کی نشان دہی کر دی جاتی۔ مگر ایسا نہ کیا گیا۔ بلکہ کوئی مفتی چمن زمان کو میدان عمل میں اتارا گیا تاکہ وہ اس تعبیر کے مصادر و مراجع کی نشان دہی کریں۔ مفتی صاحب نے اس کی بجائے انہیں للکارا جنہوں نے حضرت پیر سید ریاض حسین شاہ زید مجدہ سے مصادر و مراجع کی نشان دہی کے لیے عرض کی تھی۔ اور ایسی مغلظات کے جوہر دکھائے جو ان کا ہی تفرد ہے۔ جب دلائل اور مصادر و مراجع سے محروم کشتی آخری ہچکولے لینے لگی تو انہوں نے اپنی خام خیالی میں جائے پناہ "خود ساختہ تحریفات رضویہ" میں جانی!!!

مفتی چمن زمان رقم طراز ہیں کہ مولانا احمد رضا خان صاحب نے صدہا بار قرآن عظیم کے ترجمہ میں بدترین تحریف معنوی سے کام لیا ہے۔ یہاں بطور مثال صرف ایک درجن نمونے پیش کیے جاتے ہیں:

(۱): "نبی" کے معنی میں تحریف

حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب چوں کہ رحمت عالم ﷺ کی ذات اقدس کے لئے علم غیب کا نظریہ رکھتے تھے۔ اور اہل سنت کا نظریہ بھی یہی ہے۔ سو آپ نے اپنے اس نظریہ کی تائید کی خاطر قرآن عظیم کے ترجمہ کے دوران "نبی" کے معنی "غیب بتانے والے" کے کئے ہیں۔
جیسے سورۃ الاحزاب کی آیت ۵۶ کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں "بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر۔
کیوں کہ "نبی" کے اشتقاق میں اختلاف کے باوجود اس کا ترجمہ "غیب بتانے والا" نہیں بنتا ۔کیوں کہ اس کے معنی کے لئے ضروری ہے کہ اس کے مادہ اشتقاق کے معنی "غیب بتانا' 'ہوں، تو کیا بریلوی حضرات اپنے گھٹیا اجتہاد کے بغیر بتا سکتے ہیں کہ کس معتبر لغوی نے "نبی" کے مادہ اشتقاق کے معنی "غیب بتانا" کیے ہیں۔ (محرف کون ص، ۳۲)
مفتی صاحب یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ علم غیب کا عقیدہ گویا مفکر اسلام الشیخ احمد رضا خان کا اپنا کوئی تفرد ہے دوسری طرف کہہ رہے ہیں " اہل سنت کا بھی یہی نظریہ ہے "تو مفکر اسلام پر اعتراض نہیں بلکہ ان کا سواد اعظم اہل سنت پر بھی اعتراض ہے۔ اطلاع علی الغیب یا عطائی علم غیب کا عقیدہ جس کے آپ رحمۃ اللہ علیہ قائل ہیں وہ جمہور کا عقیدہ ہے۔ جو قرآن و حدیث سے ماخوذ ہے جس سے متعلق یہ آیت ملاحظہ ہو:

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَاۤ اِلَیْكَ ۚ (ھود:۴۹)

(اے نبی!) یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں ہم انہیں آپ کی طرف وحی کرتے ہیں (ھود:۴۹)
پس معلوم ہوا کہ از روئے قرآن نبی ﷺ کو بذریعہ وحی علم غیب حاصل ہے۔ مفکر اسلام نے قرآن کے اسی نظریے کی ترویج و اشاعت کی ہے اب جملہ یوں ہو گا کہ مفکر اسلام الشیخ

احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ قرآن کی روشنی میں اطلاع علی الغیب / عطائی علم غیب کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ سو آپ نے بعض آیات میں ”نبی“ کا معنی علم غیب بتانے والا کیا ہے۔ اس پس منظر میں موصوف کا اعتراض ان کے علم و فن کے چمنستان کی ویرانی اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ محترم چمن صاحب اپنی قابلیت کا جوہر دکھاتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ: ”نبی“ کے اشتقاق میں اختلاف باوجود اس کا ترجمہ ”غیب بتانے والا“ نہیں بنتا۔ کیوں کہ اس کے معنی کے لئے ضروری ہے کہ اس کے مادہ اشتقاق کے معنی ”غیب بتانا“ ہوں۔

موصوف ”نبی“ کے اشتقاق میں اختلاف کی وضاحت کر دیتے کہ ”نبی“ کے یہ اشتقاقات ہیں اور ان کے یہ یہ معنی ہیں، تو ان کی چمنی سے دھواں نکلنا خود بخود معدوم ہو جاتا اور ان کے مفروضے کی عبارت خود زمین بوس ہو جاتی۔ بالکل یہی اعتراض کسی اہل سنت مخالف نے کیا تھا جس کا مدلل جواب غزالی زماں حضرت علامہ احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے مقالات کاظمی کی جلد سوم میں دیا ہے جس کی تفصیل وہاں دیکھی جا سکتی ہے۔

عزیزم مفتی کا اصرار ہے کہ نبی کے معنی کے لیے ضروری ہے اس کے مادہ اشتقاق کے معنی ”غیب بتانا“ ہوں۔ موصوف کے اس قاعدہ کا مطلقا اطلاق ہر جگہ نہیں ہوتا۔ یہ دعوٰی ان کے وجوہ القرآن، صنف مشاکلۃ اور مشترک لفظ کی معرفت سے کورا ہونا دکھائی دے رہا ہے اگر لفظ کا تعلق وجوہ القرآن، مشاکلۃ اور مشترک لفظ سے ہو تو اس کے معنی میں اشتقاق کے معنی پایا جانا ضروری نہیں۔ اب ہم وجوہ القرآن کی روشنی میں ایسے قرآنی الفاظ کا تذکرہ کرتے جس میں مادہ اشتقاق کے معنی نہیں پائے جاتے:

الھدی: اثبات، بیان، دین، ایمان، دعا، رسولوں، کتابوں کے معنی میں، معرفت، نبی، توراۃ، استراع، حجت، توحید، سنت، اصلاح، الہام، توبہ، ارشاد۔

السوء: سختی، کونچیں کاٹنا، زنا، برص، عذاب، شرک، شتم، گناہ، برا، رنج، قتل۔

الصلوٰۃ: نماز، نماز عصر، نماز جمعہ، نماز جنازہ، دعا، دین، قرآت، رحمت، نماز کی جگہ،

الرحمۃ: اسلام، ایمان، جنت، بارش، نعمت، نبوت، قرآن، رزق، فتح، عافیت، مودت، کشائش، مغفرت اور عصمت۔

فتنہ: شرک، گمراہ، قتل، سد، معذرت، گمراہی، قضاءاثم، مرض، عبرت، جلانا، جنون۔

الروح: حکم، وحی، قرآن، رحمت، حیات، جبریل، فرشتوں کی فوج، بدن کی روح۔

الذکر: زبان سے ذکر، قلب کا ذکر، حفظ، طاعت، نماز پنجگانہ، نصیحت، بیان، بات، قرآن، توراۃ، خبر، شرف، وحی، رسول، نماز، نماز جمعہ، نماز عصر۔

الاحصان: پاک دامنی، شادی کرنا، عورت و مرد کا آزاد ہونا۔

الدعاء: عبادت، استعانت، سوال، قول، ندا اور تسمیہ۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب الاتقان میں ان کے تمام معنی آیات سے اخذ کئے ہیں اور ان آیات کو بھی قلم بند کیا ہے مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو " الاتقان حصہ اول، فصل، وجوہ القرآن" ان نظائر کے مطالعہ سے معلوم ہوتا کہ قرآن میں ہر جگہ مفتی چمن صاحب کے قاعدے کا اطلاق نہیں ہوتا اس کا استثنا، وجوہ القرآن / مشاکلۃ / مشترک لفظ میں ہے۔ موصوف کے دعوے سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے آپ معارف قرآن کے رموز سے محروم ہیں۔

مفتی چمن صاحب اپنی ناقص تحقیق کے بعد بابانگ دہل مطالبہ کر بیٹھے کہ "کس معتبر لغوی نے "نبی" کے مادہ اشتقاق کے معنی "غیب بتانا" کئے ہیں"

پہلے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مادہ اشتقاق سے ماخوذ الفاظ میں مادہ کا معنی پایا جانا ضروری نہیں جس کی کئی مثالیں بیان کی گئیں ہیں۔ اگر نبی کے مادہ اشتقاق کے معنی میں ''غیب جاننا'' نہ بھی پایا جائے تو اس کے باوجود وجوہ القرآن کی روشنی میں ''غیب جاننا'' کا اطلاق کیا جا سکتا ہے۔ یہاں بات ختم ہو جاتی لیکن چمن صاحب کی خواہش پوری کرنے کے لئے لغوی لحاظ سے بھی ثابت کیا جاتا ہے۔

معروف عربی لغت المنجد میں ''نبی'' کے معنی ملاحظہ ہو:

والنبوۃ الاخبار عن الغیب او المستقبل بالهام من الله الاخبار عن الله وما یتعلق به تعالیٰ

خدا کی طرف سے الہام کی بنا پر غیب کی باتیں بتانے والا۔ پیشین گوئی کرنے والا۔ خدا سے متعلق خبر دینے والا۔

النبی: اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کی بنا پر غیب کی باتیں بتانے والا۔ پیشین گوئی کرنے والا، خدا سے متعلق خبریں دینے والا۔

تاج العروس شرح القاموس للزبیدی:

والنبی المخبر عن الله فان تعالیٰ اخبرہ عن توحیدہ واطلعه علی غیبه واعلمه انه نبیه،

نبی اللہ کی طرف سے خبر دینے والا، بے شک اللہ نے آپ کو اپنی توحید کی خبر دی اور آپ کو اپنے غیب پر اطلاع دی اور آپ کو آپ کا نبی ہونا بتایا۔

قاضی عیاض نے الشفا شریف میں اس کے مصدر ''نبوۃ'' کی وضاحت یوں فرمائی ''ھی الاطلاع علی الغیب''

مفکر اسلام الشیخ احمد رضا خان قادری، نبی کے معنی ''غیب بتانے والا'' کے مصادر و مراجع کی نشان دہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام قسطلانی فی مواہب الدنیہ شریف میں فرماتے ہیں:

النبوۃ ھی الاطلاع علی الغیب (نبوت کے معنی ہی ہیں کہ غیب پر مطلع ہونا) (فتاوی رضویہ جلد ۲۹، ص ۲۴۲)

النبی ھوالمطلع علی الغیب (نبی وہی ہے جو غیب پر مطلع ہو) فتاوی رضویہ جلد ۲۹، ص ۲۳۴، اسی میں ہے

النبواۃ ماخوذ من النباء وھوالخبر ای ان اللہ تعالیٰ اطلعہ علی غیبیہ: نبوت النباء سے ماخوذ ہے جس کا معنی خبر دینا یعنی بے شک اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو غیب پر مطلع فرماتا ہے (۲۹/۴۴۱)

غزالی زماں حضرت علامہ احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"حضرات محدثین اور آئمہ لغت نے بھی لفظ نبی کا نبا سے ماخوذ مانا ہے اور نبی کے معنی مخبر عن اللہ اور نبوۃ کے معنی اطلاع علی الغیب لکھے ہیں۔۔۔ نبی اس مقدس انسان کو کہتے ہیں جو مبعوث من اللہ ہو کر غیب کی خبریں دینے والا بلند مرتبہ ہو۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ نبی کا ترجمہ فرماتے ہوئے جہاں بھی غیب کی خبریں دینے والا ارقام فرمایا تو انہی مرادی معنی کے لحاظ سے اور اس معنی کے پیش نظر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ترجمہ یقیناً صحیح ہے (مقالات کاظمی جلد سوم، ص ۱۳)

پس معلوم ہوا کہ مفکر اسلام الشیخ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے "نبی" کا معنی غیب بتانے والا کیا ہے وہ، حضرات محدثین اور آئمہ لغت کے عین مطابق ہے جس کا شمار آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں ہوتا ہے مگر تعصب رضا میں چمن صاحب اتنے دور نکل گئے کہ ان کے ذہن و

قلب پر آقا کریم ﷺ کے خصائص بھی نہ صرف گراں گذرے بلکہ اسے تحریفات رضویہ سے منسوب کر کے فخر بھی محسوس کر رہے ہیں۔

(۲) وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ (البقرۃ:۸۹)

اور اس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلے سے کافروں پر فتح مانگتے تھے (کنزالایمان)

مفتی چمن زمان لکھتے ہیں ناصبی بریلوی بتائیں کہ: "اسی نبی کے وسیلے سے" کس لفظ کا ترجمہ ہے فاضل بریلی وسیلہ کے قائل تھے تو اس آیہ مقدسہ کے ترجمے کو اپنے مزاج کے مطابق ڈھالنے کی خاطر انہوں نے ترجمہ میں ایک دو نہیں، پورے پانچ کلمات کا اضافہ اپنی جیب سے کر دیا۔ ا۔ اسی ۲۔ نبی۔ ۳ کے۔ ۴ وسیلے۔ ۵ سے۔ اگر مراد واضح کرنا مقصود تھا تو کوئی بریکٹ وریکٹ کا اضافہ کر دیتے تاکہ سادہ لوح اردو خوان ترجمہ پڑھ کر دھوکے میں مبتلا نہ ہوتے یا کم از کم اپنی اس تصنیف کا نام "ترجمہ قرآن" نہ رکھتے جب تصنیف کا نام کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن رکھا تو پھر ترجمہ کرتے ۔۔۔ ایک جانب اپنی اس تصنیف کا نام "ترجمہ قرآن" اور دوسری جانب ایک جملے کے ترجمے میں پانچ پانچ الفاظ کا اپنے گھر سے اضافہ۔۔۔!!! (محرف کون ص ۳۴)

مفکر اسلام احمد رضا خان قادری کے ترجمہ کی ثقاہت اور ماخذ و مصادر کی طرف رجوع کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے مفتی صاحب کے ممدوح مفسر قرآن حضرت علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ زید مجدہ کے "ترجمہ قرآن کریم" میں اس آیت کے ترجمے پر ایک نظر ڈال لی جائے:

"اور جب آئی ان کے پاس اللہ کی طرف سے **عظیم الشان** کتاب جو تصدیق کرنے والی تھی اس کی جو ان کے پاس تھا حالانکہ اس سے پہلے وہ کافروں پر فتح مانگتے تھے لیکن جب ان کے

پاس پہنچ گیا **جس وسیلہ فتح** کو وہ پہچانتے تھے تو اس سے منکر ہی ہو گئے پس لعنت ہو اللہ کی **ایسے** کافروں پر"

مفتی صاحب! کیا آپ مذکورہ بالا سوالات اپنے ممدوح حضرت قبلہ ریاض حسین شاہ سے پوچھنے کی جسارت کریں گے؟ کیوں کہ وسیلہ اور دیگر الفاظ کا اضافہ موجود ہے

بتایئے شاہ صاحب! **عظیم الشان**، **جس وسیلہ فتح** اور **ایسے**، الفاظ اس آیت میں کس کا ترجمہ ہیں آپ وسیلہ کے قائل ہیں تو اس آیت مقدسہ کے ترجمے کو اپنے مزاج کے مطابق ڈھالنے کی خاطر آپ نے ترجمہ میں "جس وسیلہ فتح" کے کلمات کا اضافہ اپنی جیب سے کر دیا۔ اگر مراد واضح کرنا مقصود تھا تو کوئی بریکٹ وریکٹ کا اضافہ کر دیتے تاکہ سادہ لوح اردو خوان ترجمہ پڑھ کر دھوکے میں مبتلا نہ ہوتے یا کم از کم اپنی تصنیف کا نام "ترجمہ قرآن کریم" نہ رکھتے جب تصنف کا نام "ترجمہ قرآن کریم" ہے تو پھر ترجمہ کرتے، ایک جانب اپنی اس تصنیف کا نام "ترجمہ قرآن کریم" اور دوسری جانب ایک جملے کے ترجمے میں کئی الفاظ کا اپنے گھر سے اضافہ۔۔۔!!!

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں۔۔۔۔۔۔لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

اس مرحلے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مفکر اسلام احمد رضا خان قادری کے ترجمہ کے مصادر اور مراجع کا مطالعہ کر لیا جائے جسے بنیاد بنا کر آپ نے ترجمہ رقم کیا ہے:

(۱) اللهم ربنا انصرنا عليهم باسم نبيك وبكتابك الذى تنزل عليه الذى وعدتنا۔ (تفسیر، بحر العلوم / سمرقندی)

اے ہمارے رب! ہمیں مشرکین پر اپنے نبی ﷺ کے اسم مبارک اور قرآن کے وسیلے سے فتح و نصرت عطا فرما۔ جس کے نزول کا آپ نے ہم سے وعدہ کیا ہے۔

(۲) من قبل محمد صلی اللہ علیہ وسلم والقرآن {يَسْتَفْتِحُونَ} يستنصرون بمحمد والقرآن {عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا}۔

نبی کریم کی بعثت اور نزول قرآن سے قبل محمد ﷺ اور قرآن کے وسیلے سے وہ کافروں پر فتح ونصرت اللہ سے طلب کرتے۔

(۳) أی کانوا من قبل یطلبون من الله النصر علی أعدائهم، بالنبیّ المنعوت فی آخر الزمان الذی یجدون صفته عندهم فی التوراة،

(تفسیر فتح القدیر / الشوکانی)

یہود آپ کی بعثت سے قبل اللہ کے حضور دشمنوں پر فتح ونصرت نبی ﷺ کے وسیلے سے طلب کرتے جن کی خوبیاں توراۃ میں پاتے۔

(۴) یقولون: اللهم انصرنا علیهم بالنبیّ المبعوث آخر الزمان۔

(تفسیر تفسیر الجلالین / المحلی و السیوطی)

وہ دعا کرتے: اے اللہ عزوجل! آخری زمانے میں مبعوث ہونے والے نبی ﷺ کے وسیلے سے مشرکین پر فتح ونصرت عطا فرما

(۵) أی یستنصرون علی المشرکین ویقولون: اللهم انصرنا بنبی آخر الزمان المنعوت، فی التوراة۔

(تفسیر انوار التنزیل واسرار التأویل / البیضاوی)

وہ مشرکین پر نصرت حاصل کرنے کے لیے دعا کرتے: اے اللہ ہمیں نبی آخر الزمان کے وسیلے نصرت عطا فرما جن کی نعتیں تورات میں بیان ہوئیں

(٦) قال ابن عباس أن يهوداً كانوا يستفتحون على الأوس والخزرج برسول الله صلى الله عليه وسلم قبل مبعثه۔

(تفسیر تفسیر القرآن العظیم / ابن کثیر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہود اوس و خزرج پر قبل بعثت رسول، رسول اللہ ﷺ کے وسیلے سے فتح طلب کرتے۔

(٧) إنا نسألك بحق النبيّ الأُميّ الذى وعدتنا أن تخرجه لنا فى آخر الزمان إلا تنصرنا عليهم

(تفسیر الجامع لاحکام القرآن / القرطبی)

اے اللہ ہم دعا کرتے ہیں کہ آخری زمانے میں مبعوث ہونے والے نبی امی، جس کا وعدہ ہم سے کیا ہے کے وسیلے سے مشرکین پر نصرت عطا فرما۔

(٨) اللهم افتح علينا وانصرنا بالنبى الأمى۔ .

(تفسیر مفاتیح الغیب، التفسیر الکبیر / الرازی)

اے اللہ! ہمیں مشرکین پر نبی امی کے وسیلے سے فتح و نصرت عطا فرما۔

(٩) اللّهم انصرنا بالنبى المبعوث فى آخر الزمان الذى نجد نعته وصفته فى التوراة۔

(تفسیر الکشاف / الزمخشری)

اے اللہ عزوجل ہمیں اس نبی کے وسیلے سے نصرت عطا فرما جن کے بعثت آخری زمانے میں ہو گی اور ان کی نعتیں اور خوبیان تورات میں بیان کی گئیں ہیں

(١٠) كانت اليهود تستفتح بمحمد صلى الله عليه وسلم على كفار العرب من قبل۔

(تفسیر جامع البیان فی تفسیر القرآن / الطبری)

(۱۱) یہود آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے کفار عرب پر محمد ﷺ کے وسیلے سے فتح طلب کرتے تھے۔

(۱۲) قبل أن يُبعث محمد صلى الله عليه وسلم، يقولون اللهم انصرنا بحق نبيّك۔.

(تفسیر تأویلات أهل السنة / الماتریدی)

حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے قبل وہ دعا کرتے: اے اللہ عزوجل! ہمیں اپنے نبی کے وسیلے سے نصرت عطا فرما۔

طوالت سے گریز کرتے ہوئے ان تفاسیر کا ذکر کیا جاتا ہے جس میں آقا کریم ﷺ کے وسیلے سے یہود، دعا کیا کرتے تھے:

تفسیر، تفسیر الجیلانی / الجیلانی، تفسیر التفسیر الکبیر / للإمام الطبرانی، تفسیر الوسیط فی تفسیر القرآن الکریم / طنطاوی، تفسیر روح المعانی / الالوسی، تفسیر روح البیان فی تفسیر القرآن / اسماعیل حقی، تفسیر مقاتل بن سلیمان / مقاتل بن سلیمان، تفسیر الکشف والبیان / الثعلبی، تفسیر إرشاد العقل السلیم إلی مزایا الکتاب الکریم / ابو السعود، تفسیر الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور / السیوطی، تفسیر الجواهر الحسان فی تفسیر القرآن / الثعالبی، تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفرقان / القمی النیسابوری، تفسیر البحر المحیط / ابوحیان، تفسیر لباب التأویل فی معانی التنزیل / الخازن، تفسیر مدارك التنزیل وحقائق التأویل / النسفی، تفسیر معالم التنزیل / البغوی، تفسیر النکت والعیون / الماوردی، تفسیر بحر العلوم / السمرقندی، تفسیر تفسیر القرآن / الفیروز آبادی۔

پس معلوم ہو کہ مفکر اسلام نے احمد رضا خان نے مذکورہ بالا ترجمہ ثقہ مفسرین کی تصریحات کی روشنی میں کیا ہے ۔ جمہور مفسرین کی تشریحات کی روشنی میں یہاں "وسیلہ" آقا کریم ﷺ کی نعت اور خصائص النبی ﷺ کے طور پر آیا ہے ۔ حیرت ہے ! کہ موصوف کے مزاج پر یہ گراں گزرا اور اسے تحریف کہنے پر تلے ہوئے ہیں۔

(۳)وانظرالی حمارك (سورہ بقرۃ آیت ۲۵۹)

مفتی چمن لکھتے ہیں: فاضل بریلی اس کا ترجمہ ان الفاظ میں کرتے ہیں: اور اپنے گدھے کو دیکھ کہ جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں۔

اس آیہ مقدسہ کے ترجمہ میں تو کمال کر کے رکھ دیا کہ آٹھ کلمات اپنے پاس سے قرآن عظیم کے ترجمہ میں ڈال دیئے۔

جی ہاں!

بریلوی حضرات بغور ملاحظہ فرمائیں اور بتائیں کہ: جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں۔ آیت مقدسہ کے کس کلمہ یا جملے کا ترجمہ ہے؟

جنہیں تم اپنا امام مانتے ہو جن کا نام بیچنے کے سوا تمہارے پاس ہے کچھ نہیں۔ اپنے ان امام کو دیکھو۔ قرآن عظیم کی آیہ مقدسہ کا ترجمہ کرتے ہوئے ایک دو نہیں پورے آٹھ کلمات اپنے گھر سے نکال کر بڑھا دیئے ہیں۔

ہم ضرور مفتی صاحب کے اضطراب کی تشفی کا حسن اہتمام کریں گے کہ "جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں" یہ کس کلمہ یا جملہ کا ترجمہ ہے۔ اس سے پہلے ہم موصوف کے ممدوح حضرت پیر سید ریاض حسین شاہ زید مجدہ کے ان آیات کے ترجمے پر ایک نظر ڈالتے ہیں:

وَاَنۡتُمۡ تَتۡلُوۡنَ الۡكِتٰبَ ؕ (البقرۃ:۴۴)

(۱) حالاں کہ تم بڑے مزے سے کتاب پڑھتے ہو۔

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ اٰمِنُوۡا (البقرۃ:۱۳)

(۲) اور جب ان سے کہا جاتا ہے ایمان لاؤ جیسے محبت والے ایمان لائے۔

ان آیات میں " **حالاں کہ ، بڑے مزے سے** " اور " **جیسے محبت والے** " الفاظ کس آیت مقدسہ کے کلمہ یا جملے کا ترجمہ ہیں ؟

کیا اب وہی جارحانہ بے باکانہ جملے جو مفکر اسلام الشیخ احمد رضا خاں قادری کے بارے میں کہے تھے وہی جملے حضرت ریاض حسین صاحب کے بارے میں کہنے کی جسارت کریں گے کہ ؟

کہ ان آیات مقدسہ کے ترجمے میں حضرت پیر سید ریاض حسین شاہ نے تو کمال کر دیا " حالاں کہ ، بڑے مزے سے " اور " جیسے محبت والے " کلمات اپنے پاس سے قرآن عظیم کے ترجمہ میں ڈال دے۔ پیر سید ریاض حسین شاہ کو دیکھو ! قرآن عظیم کی آیہ مقدسہ کا ترجمہ کرتے ہوے " حالاں کہ ، بڑے مزے سے " اور " جیسے محبت والے " کے کلمات اپنے گھر سے نکال کر بڑھا دیئے۔

مفتی صاحب ! جرات ہے تو مذکورہ بالا الحاقات کی روشنی میں اپنے ممدوح پر بھی محرف قرآن کا فتوٰی صادر کیجئے۔

اس مرحلے پر مناسب معلوم ہوتا ہے اس آیت کا ترجمہ براہ راست کنزالایمان سے مطالعہ کیا جائے تاکہ حقیقت واضح ہو سکے :

وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا

اور اپنے گدھے کو دیکھ کہ جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں اور یہ اس لئے کہ تجھے ہم لوگوں کے واسطے نشانی کریں۔

کہ "جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں "۔ کس آیت کا ترجمہ ہے ؟ مفتی صاحب ! اسی ترجمے کی آیت کا متن ملاحظہ ہو " اَلْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا "

اگر چمن صاحب دیانت داری سے کنز الایمان سے پوری آیت کے ترجمے کو نقل کرتے تو بغض رضا کی راہ سجائی نہیں دیتی اور اعتراض کا چمن ویران ہو جاتا تو ان کا چورن کیسے بکتا۔ مگر خیانت کا مرتکب ہوتے ہوئے قارئین کو گمراہ کرنے کی ناکام کوشش کی، موصوف نے صرف آیت کے ایک جزو کے ترجمے کو رقم کیا اور باقی سے روگردانی کی۔ یقیناً یہ رذیل حرکت آپ جیسے عالم دین اور مفتی کو زیب نہیں دیتی۔ اس مرحلے پر مناسب معلوم ہوتا ہے حضرت مفتی چمن صاحب کے ممدوح کا ترجمہ نقل کر دیا جائے: اَبٰی وَاسۡتَكۡبَرَ٭ۡ وَكَانَ مِنَ الۡكٰفِرِيۡنَ۝۳۴ (البقرۃ:۳۴)
انکاری ہوا اور تکبر کیا اس نے اور کافر ہو گیا(ترجمہ قرآن کریم از سید ریاض حسین)
آیت کی ترتیب میں پہلے تکبر ہے اور بعد میں انکاری ہے جب کہ حضرت پیر سید ریاض حسین شاہ زید مجدہ نے ترجمے میں اس کے برعکس ترتیب بیان کی ہے پہلے انکاری لکھا ہے بعد میں تکبر۔ ہاں ایک اور بات کہ حضرت شاہ جی نے آیت میں "انکاری" اور کافر ترجمہ کیا ہے جب کہ آیت میں صرف "کافرین" آیا جس کا ترجمہ قبلہ شاہ صاحب نے "کافر" سے کیا ہے اس کے علاوہ آیت میں کوئی اور لفظ نہیں جس کا ترجمہ "انکاری" کیا جائے ۔ مفتی چمن صاحب اپنی جلالت علمی بروئے کار لاتے ہوئے حضرت سید ریاض حسین شاہ مدظلہ العالی پر بھی اپنے ذوق کے مطابق "محرف" کا فتویٰ جاری کرنے کی جسارت کریں۔ جیسا کہ آپ نے تحریفات رضویہ کی گردان کی رٹ لگائی ہوئی ہے؟

قرآن کا اسلوب تقدیم و تاخیر:

مفکر اسلام الشیخ احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے قرآنی اسلوب تقدیم و تاخیر کی پیروی کرتے ہوئے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے جس میں کسی لفظ کی کمی بیشی کے بغیر ترجمے میں سلاست و روانی پائی جاتی ہے۔ جیسے:

وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ۝۴۳ (سورۃ آل عمران:۴۳)

اس آیت میں سجدہ کا حکم پہلے اور رکوع کا بعد میں جب کہ ترتیب میں پہلے رکوع ہے اور بعد میں سجدہ ہے۔

الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا (جاثیہ:۲۴)

اس آیت میں لفظی ترتیب دنیا کی زندگی میں موت کا ذکر پہلے ہے اور حیات کا بعد میں جب کہ انسان دنیا میں پہلے زندہ ہوتا ہے اس کے بعد اسے موت آتی ہے۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ (آل عمران:۵۵)

اس آیت میں فوت کا ذکر پہلے اور آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر بعد میں جب کہ ترتیب تقدم و تاخیر کے تحت یوں ہے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھایا اور اس کے بعد وفات ہوگی۔

قرآن کے اس منفرد اسلوب "تقدیم و تاخیر" کو مفکر اسلام نے کنزالایمان میں کئی جگہ برتا ہے جس کی ایک مثال زیر مطالعہ آیت " الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا " بھی ہے اس تاخیری حصے کا ترجمہ " تقدیم" کے تحت پہلے کیا ہے جو اسلوب قرآن کا مظہر ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے مفتی چمن صاحب قرآنی علوم خاص کر " قرآنی اسلوب تقدیم و تاخیر" کی معرفت سے محروم ہیں اگر تھوڑی سی بھی قرآنیات کی سمجھ بوجھ ہوتی تو کبھی بھی اس طرح کی شگوفے بازی نہیں کرتے۔

(۴) فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ؕ○ (الشوری:۲۴)

مفتی چمن صاحب لکھتے ہیں: فاضل بریلی اس آیہ مقدسہ کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اور اللہ چاہے تو تمہارے اوپر اپنی رحمت و حفاظت کی مہر فرمادے۔ فاضل بریلی نے اس

آیہ مقدسہ کا ترجمہ کرتے ہوئے ایک جانب تو "علی قلبك" کے معنی "آپ کے دل کے اوپر" کرنے بجائے "تمہارے اوپر" کیے۔ اور دوسری جانب ترجمہ میں اپنی طرف سے "اپنی رحمت و حفاظت کی" کا اضافہ کر ڈالا ہے۔ ان دونوں بہتانوں کا جواب علم البیان اور تقدیر المحذوف کی روشنی میں دینے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کے مؤکل حضرت پیر سید ریاض حسین شاہ زید مجدہ کے ترجمہ پر ایک نظر ڈالتے ہیں: "تو محبوب اگر اللہ چاہے تو اپنی ساری رحمتوں کو تیرے دل ہی میں روک دے" چمن صاحب! کیا مذکورہ بالا اعتراض حضرت قبلہ پر بھی کرنے کی جسارت کریں گے کہ اپنی طرف سے "تو محبوب۔ تو اپنی ساری رحمتوں کو" کا اضافہ کر ڈالا۔ اس آیہ مقدسہ کے ترجمہ میں تو کمال کر کے رکھ دیا سات کلمات اپنے پاس سے قرآن عظیم کے ترجمے میں ڈال دیئے۔۔ اگر مراد واضح کرنا مقصود تھا تو کوئی بریکٹ وریکٹ کا اضافہ کر دیتے تا کہ سادہ لوح اردو خواں ترجمہ پر دھوکے میں مبتلا نہ ہوتے یا کم از کم اپنی اس تصنیف کا نام ترجمہ قرآن نہ رکھتے۔ جب تصنیف کا نام "ترجمہ قرآن کریم" رکھا تو پھر ترجمہ کرتے۔

اروں کے خیالات کی لیتے ہیں تلاشی اور اپنے گریبان میں جھانکا نہیں جاتا

علم بیان کی روشنی میں "تمہارے اوپر" کا مطالعہ:

علم بیان کی جہات میں سے ایک جہت "مجاز مرسل" بھی ہے، اصطلاح میں یہ لفظ اپنے حقیقی معنی کی بجائے مجازی معنی میں استعمال ہو اور حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کے علاوہ کوئی اور علاقہ ہو۔ مجاز مرسل کی چوبیس اقسام ہیں جس میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱: کل بول کر جزو مراد لینا (۲) جزو بول کر کل مراد لینا (۳) سبب بول کر مسبب مراد لینا۔ (۴) مسبب بول کر سبب مراد لیا (۵) ماضی بول کر حال مراد لینا (۶) مستقبل بول کر

حال مراد لینا(۷)ماضی بول کر مستقبل مراد لینا(۸)حال بول کر مستقبل مراد لینا(۹)ظرف بول کر مظروف مراد لینا(۱۰)مظروف بول کر ظرف مراد لینا(۱۱) آلہ بول کر صاحب آلہ مراد لینا(۱۲)

مفکر اسلام الشیخ احمد رضا خان قادری ایک قادر الکلام شاعر، ادیب اور ماہر السنہ (زبانوں کے ماہر) بھی تھے قرآن جمالیاتی ذوق اور ادب کا حسین مرقع بھی ہے۔ قرآنی مترجم کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآنی ادب کی کیفیات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ترجمے میں اس کی عکاسی کرے۔ قرآن کے جمالیاتی اور ادبی پہلو کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کی عکاسی کنزالایمان میں کی گئی ہے اس کی ایک مثال زیر مطالعہ آیت کا ترجمہ بھی ہے جس میں مفکر اسلام نے مجاز مرسل کی ”کل بول کر جزو مراد لینا“ کی صورت کو بڑی خوب صورتی سے سمویا ہے یعنی جو لفظ جس معنی کے لیے وضع کیا گیا ہو۔ اس سے اس چیز کا ایک جزو مراد لیا جائے مثلاً ”بازار سے سودا لانا“ بازار بول کر ایک دکان مراد لینا، ”دانتوں سے انگلی دبانا“ یہاں کل انگلی مراد نہیں بلکہ انگلی کا جزو پورے مراد ہیں۔ اس پس منظر میں ”علی قلبك“ کا ترجمہ ”تمہارے اوپر“ کیا گیا یعنی کل پورا جسم ہے اور قلب جزو ہے تو معلوم ہوا کہ یہاں کل بول کر جزو ”قلب“ مراد لیا گیا ہے، جس میں علم بیان کا مبینہ اظہار ہے۔ یقیناً ایسا ترجمہ اسی کے قلم زبان سے صادر ہو سکتا ہے جو قادر الکلام شاعر و ادیب اور علم بیان پر مکمل دسترست رکھتا ہو۔ اسی طرح قرآنی اسلوب ایجاز و اختصار و تقدیر المحذوف کو کھولتے ہوئے آپ نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے جو کہ عین حقیقت ہے۔ مفتی صاحب کا اعتراض اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ وہ نہ صرف ادب سے بلکہ علم بیان اور قرآنی اسلوب ایجاز و اختصار و تقدیر المحذوف سے بھی بالکل ہی کورے ہیں۔ کنزالایمان پر پچاس فیصد اعتراض کا سبب عربی و اردو ادب سے عاری ہونا

بھی ہے اکثر معترضین اسی کیفیات کا شکار ہیں ۔جس کی ایک مثال مفتی چمن زمان بھی ہیں۔علمی انحطاط کی اس صورت میں مفکر اسلام کے ترجمہ قرآن میں نقص نکالنے کی سعی و کاوش کرنا یہ منہ اور مسور کے دال کے مترادف ہے۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم جس سمت آگئے ہو سکے بٹھادیئے ہیں

(۵)هَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ تَاۡتِيَهُمُ الۡمَلٰۤـئِكَةُ اَوۡ يَاۡتِىَ رَبُّكَ اَوۡ يَاۡتِىَ بَعۡضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ‌ؕ يَوۡمَ يَاۡتِىۡ بَعۡضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ ۔(سورہ انعام:۱۵۸)

مفتی چمن لکھتے ہیں: فاضل بریلی اس کا ترجمہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:: کاہے کے انتظار میں ہیں مگر یہ آئیں ان کے پاس فرشتے یا رب کا عذاب۔(کنزالایمان)

بریلی کے کسی بے آب کنویں کے مینڈک بتائیں کہ: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: رَبک َ۔ اور فاضل بریلی نے اس کا ترجمہ کیا ہے تمہارے رب کا عذاب۔

ناصبی بریلویو! کیا یہ تحریف نہیں؟ جو شخص "رب" کا ترجمہ "رب کا عذاب" کرے۔ کیا اس نے قرآن عظیم میں تحریف نہیں؟ کیا وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی گستاخی کا مرتکب نہیں ہوا؟ کیا "رب" کا ترجمہ "رب کا عذاب" کرنا شان خداوندی میں کھلی گستاخی نہیں؟ اگر کوئی مسئلہ سمجھانا تھا تو بریکٹ دی جاسکتی تھی اور فضولیات میں سینکڑوں صفحات کالے کردیئے جاتے ہیں۔ شان خداوندی کے لیے قوسین لگانے کی توفیق نہ مل سکی اور "رب" کا ترجمہ "رب کا عذاب کردیا۔۔۔!!!۔ مفتی چمن صاحب نے اپنی فطرت کے مطابق جو شریں کلامی کے جوہر دکھائے ہیں وہ موصوف ہی کا خاصا ہے۔ محترم نے جو الزامات اور ہدایت کاری کی ہے اس کا جائزہ علم العقائد کی روشنی میں لینے سے پہلے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صاحب کے ممدوح حضرت علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ زید مجدہ کے ترجمہ پر ایک نظر ڈالی جاے:" وہ انتظار نہیں کررہے سوائے اس کے کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا آپ کے رب کا عذاب"

مفتی چمن صاحب نے جس مدہوشی میں ترجمہ اعلیٰ حضرت پر بہتان طرازی کا بازار گرم کیا ہے اس کیفیت سے زرا باہر نکل کر اپنے ممدوح حضرت ریاض حسین شاہ صاحب نے "رب" کا جو ترجمہ "رب کا عذاب" کیا ہے اسے باہوش وحواس اور حقیقت کی دنیا میں رہتے ہوئے بار بار مطالعہ فرمائیں اور بتائیں کہ حضرت ریاض حسین صاحب نے مفکر اسلام الشیخ احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی

تقلید میں ہی ''رب'' کا ترجمہ ''رب کا عذاب'' کیا ہے۔ کیا جو مغلطات کے جوہر آپ نے دکھائے ہیں اس کا مصداق حضرت پیر سید ریاض حسین شاہ صاحب کو بھی قرار دیں گے جیسے:

بے آب کنویں کے مینڈک بتائیں کہ: اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: **رَبُّكَ**۔ اور حضرت پیر سید ریاض حسین شاہ صاحب نے اس کا ترجمہ کیا ہے تمہارے رب کا عذاب۔ بتاؤ! کیا یہ تحریف نہیں؟ جو شخص ''رب'' کا ترجمہ ''رب کا عذاب'' کرے۔ کیا اس نے قرآن عظیم میں تحریف نہیں؟ کیا وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی گستاخی کا مرتکب نہیں ہوا؟ ''رب'' کا ترجمہ ''رب کا عذاب'' کرنا شان خداوندی میں کھلی گستاخی نہیں؟ اگر کوئی مسئلہ سمجھانا تھا تو بریکٹ دی جا سکتی تھی اور فضولیات میں سینکڑوں صفحات کالے کر دئے جاتے ہیں۔ شان خداوندی کے لیے قوسین لگانے کی توفیق نہ مل سکی اور ''رب'' کا ترجمہ ''رب کا عذاب کر دیا۔۔۔!!!

موصوف کا اصرار ہے کہ فاضل بریلی نے ''رب'' کا ترجمہ ''رب کا عذاب'' کیا ہے جبکہ ایسا نہیں ہے اگر کسی کو دن میں سورج نہ دکھائی دے تو اسے اپنی آنکھوں کا علاج کرانا چاہئے تا کہ اس کی بینائی برقرار رہے نہ کہ اس بنا پر سورج کے وجود کا انکار کر دے یہی حال عزیزم مفتی چمن صاحب کا ہے انہیں رب سے متصل ''**يَأْتِيَ**'' دکھائی نہیں دے رہا، بصیرت اور بصارت کی کجی کی وجہ سے طوطے کی طرح ٹائیں ٹائیں کہ '' رب'' کا ترجمہ ''رب کا عذاب'' کیا گیا ہے جب کہ ایسا ہرگز نہیں یہ ''**يَأْتِيَ رَبُّكَ**'' کا ترجمہ ہے کہ ''تمہارے رب کا عذاب آتا'' اس کا ترجمہ کرنے کے لئے دیگر علوم کے ساتھ ساتھ علم الکلام کی ضرورت ہے اگر کوئی شخص اس علم سے عاری ہو تو وہ فرقہ مجسمہ کے عقائد کے مطابق ترجمہ کرے گا کہ ''تمہارا رب آتا'' جیسا کہ یہ تراجم: تمہارا پروردگار خود آئے (تقی عثمانی) ۲ تیرا رب آئے (اصلاحی) تیرا رب آئے (غلام اللہ) ان کے پاس آپ کا پروردگا آوے (اشرف علی) ان کے پاس رب آئے

(یوسف)خود تمہارا پروردگار آئے(جونا گڑھی)

یہ تراجم عقیدہ تجسیم کو نہ صرف بنیاد فراہم کرتے ہیں بلکہ آیات محکمات کے بھی خلاف ہیں۔ جب کہ سواد اعظم اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آنے، جانے اور چلنے پھرنے سے مبرہ منزہ ہے۔اس لیے مفکر اسلام الشیخ احمد رضا خان قادری نے علم العقائد کی روشنی میں سواد اعظم اہل سنت کے عقیدہ تنزیہیہ کے تحت مرادی ترجمہ کیا جو حق ہے جس کی پیروی مفتی چمن کے ممدوح حضرت پیر سید ریاض حسین شاہ زید مجدہ نے بھی کی ہے۔پس معلوم ہوا کہ مفتی چمن صاحب کی کنزالایمان پر بہتان بازی در حقیقت موصوف کے علم العقائد اور علوم القرآن کے فہم سے محرومی کا نتیجہ ہے اس علمی یتیمی کی کیفیات کا اسیر ہو کر اگر حضرت پیر سید ریاض حسین شاہ زید مجدہ کا مقدمہ نہ لڑتے تو قبلہ شاہ جی پر احسان عظیم ہوتا۔ مگر موصوف کے گھر کا چولہا بجھ جاتا۔

(6) وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى (النجم:۱)

مفتی چمن زمان لکھتے ہیں: فاضل بریلی نے اس کا ترجمہ کچھ یوں کیا: اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے۔

فاضل بریلی نے اس آیہ مقدسہ کے ترجمہ میں بھی کئی الفاظ اپنے پاس سے قرآنی آیہ مقدسہ کے ترجمے میں ملا دیئے ہیں۔ کیا کوئی بریلوی بتا سکتا ہے کہ "پیارا" کس کا ترجمہ ہے؟ "محمد" (ﷺ) کس کا ترجمہ ہے۔"معراج" کس لفظ کا ترجمہ ہے؟

حضرت پیر سید ریاض حسین شاہ زید اقبالہ کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

کیا تم ان سے اس چیز کے بارے جھگڑ ہو جسے وہ خوب دیکھتا ہے (النجم:۱۲،ت)

کیا وہی مذکورہ اعتراض مفتی صاحب یہاں بھی دھرانا پسند کریں گے کہ حضرت قبلہ شاہ صاحب نے اس آیہ مقدسہ کے ترجمے بھی کئی الفاظ اپنے پاس سے قرآنی آیہ مقدسہ کے

ترجمے میں ملادیئے ہیں کیا کوئی شاہ جی کا عقیدت مند بتا سکتا ہے کہ "اس چیز کے بارے میں" اور "خوب" کس کا ترجمہ ہے؟

مفکر اسلام کے مصادر ترجمہ:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مفکر اسلام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کے مصادر ترجمہ پر ایک نظر ڈال لی جائے:

حضرت علامہ قاضی عبد الرزاق بتھرالوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اعلیٰ حضرت کے ترجمے سے پتہ چلتا ہے کہ "النجم"" سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور "ھویٰ" سے مراد آپ کا معراج سے واپس نزول فرمانا۔ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کی تائید روح المعانی سے ملتی ہے:

"وقل امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ھو النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھویہ نزولہ من السماء لیلۃ المعراج وجوز علی ھذا ان یراد بھویہ صعودہ وعروجہ علیہ الصلوٰۃ والسلام الی منقطع الاین۔ (حضرت امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ النجم سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ہویٰ سے مراد آپ کا شب معراج آسمانوں سے نزول فرمانا ہے اور فرماتے ہیں یہ بھی جائز ہے کہ ہویٰ سے مراد آپ کا آسمانوں پر وہاں تک عروج فرمانا جہاں مکان کی حدود ختم ہو جاتی ہیں)

اسی طرح تفسیر سراج المنیر میں ہے: "وقال جعفر الصادق یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اذا نزل من السماء لیلۃ المعراج والھویٰ النزول ھوی یھوی ھویا" (حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ النجم سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جب کہ آپ آسمانوں سے شب معراج کو نزول فرمایا الھویٰ کا معنی اترنا ہے اس سے ھوی یھوی ھویا ہے)

البحر المحیط میں ہے:

''وقال ابن جبیر الصادق ھو النبی ﷺ وھویه نزوله لیلة المعراج''

(حضرت ابن جبیر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا النجم سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں اور ھویٰ سے مراد آپ کا شب معراج کو اترنا ہے)

الجامع لاحکام البیان للقرطبی میں اسی طرح ہے:

''والنجم یعنی محمد ﷺ اذا نزل من السماء لیلة العراج''

(النجم سے مراد محمد ﷺ ہیں جب آپ نے شب معراج کو آسمانوں سے نزول فرمایا)

ان مذکورہ بالا تفاسیر کی عبارات سے یہ واضح ہوا کہ ''النجم'' سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں آپ کو تارے سے تعبیر فرمایا گیا ہے لیکن افسوس کہ تفاسیر کو دیکھنے کی تکلیف کے بغیر ہی اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کو طعن و تشنیع کا نشانہ ان الفاظ میں بنایا ہے۔ ''والنجم اذا ھوٰی'' اس آیت میں نجم کے معنی اے پیار چمکتے تارے سراسر غلط اور من گھڑت ہے''

معترض کے اعتراض سے اس کا مطلب یہ ہو کہ جتنی تفاسیر کا اوپر ذکر کیا گیا ہے وہ سب غلط اور من گھڑت ہیں۔ خدا سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔۔۔ معترض صاحب کی علمیت کا اندازہ تو یہاں ہی سے ہو جاتا ہے کہ اعتراض کرتے ہوئے ''نجم'' بغیر الف لام کے ذکر کیا ہے؟ حالاں کہ الف لام اس پر لازم ہے بغیر الف لام کے نجم ستارے کے معنی میں نہیں آتا بلکہ ''تھوڑا حصہ'' کے معنی دیتا ہے۔

(تسکین الجنان فی محاسن کنز الایمان۔ ص ۳۴۲تا۳۴۴)

مفتی چمن صاحب اگر مذکورہ تفاسیر یا محولہ کتاب کا مطالعہ کرتے تو اس قسم کے لایعنی اعتراضات نہیں کرتے ان کا یہ اعتراض اس بات کا بین ثبوت ہے کہ موصوف کا مطالعہ قرآن نہایت کمزور ہی نہیں بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے!

مفکر اسلام کا منہج ترجمہ:

مفکر اسلام الشیخ احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ، قرآن کے ”تصریحی اسلوب“ پر مبنی آیات کا صرف اور صرف ” منہج لفظی “ کے تحت ترجمہ کرتے ہیں اور قرآن کے اسلوب تقدیر المحذوف پر مبنی آیات کا ترجمہ، حذف کھولتے ہوتے ہوئے ”منہج مرادی“ کے تحت ترجمہ کرتے ہیں تاکہ قرآن کا پیغام قاری تک آسانی سے پہنچ جائے۔کیوں مذکورہ آیت تعلق قرآنی اسلوب تقدیر المحذوف سے ہے۔اس لیے آپ نے یہاں لفظی ترجمے سے گریز کرتے ہوئے ”منہج مرادی“ کے تحت ترجمہ کیا۔ آپ کے علاوہ جن مترجمین نے اس اسلوب کو تراجم میں سمویا ان میں سے چند ملاحظہ ہوں:

(۱) قسم ہے روشن ستارے (وجود محمدی) کی جب وہ شب معراج عرش بریں پر عروج فرما کر زمین کی طرف) اترا (علامہ احمد سعید)

(۲) روشن ستارے (محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی قسم جب یہ معراج سے اترا (علامہ شرف قادری)

(۳) قسم ہے روشن ستارے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی جب وہ (چشم زدن میں شب معراج اوپر جا کر) نیچے اترے (ڈاکٹر طاہر القادری)

اس ترجمہ میں مفکر اسلام الشیخ احمد رضا خان نے ”قرآنی اسلوب تقدیر المحذوف“کا نہ صرف اطلاق کیا ہے بلکہ مستند مفسرین کی تشریحات کی روشنی میں ان اقوال سے مزین کیا ہے جس میں آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت سرائی اور نعت خوانی ہے اس ترجمے میں بھی مفتی چمن صاحب کو یہاں بھی حسب عادت آقا کریم کی مدحت سرائی ہضم نہیں ہو رہی بلکہ اسے تحریف سے منسوب کر کے کوئی بڑا معرکہ سر کرنے کا سہرا اپنے سر باندھنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔

تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی۔۔۔۔۔۔ ظالمو: کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

(7)خَلَقَ الْاِنْسَانَ

انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا۔(کنزالایمان)

مفتی چمن زمان لکھتے ہیں:

اگر جملہ بول کر سامعین کی زبانوں سے سبحان اللہ کی گونج سننی ہو تو یہ الفاظ بہت ہی مناسب ہیں۔لیکن اگر کلمات قرآنیہ کا ترجمہ کرنا ہو تو پھر تازہ بریلوی مزاج کے مطابق یہ قرآن عظیم میں شدید تحریف ہے۔کیوں کہ "انسان" کے معنی اردو میں بھی انسان ہی بنتے ہیں۔ ہزاروں لغات کی چھان پھٹک کے باوجود کسی لغت میں "انسان" کا ترجمہ "انسانیت کی جان محمد" کبھی نہیں ملے گا۔یہ ترجمہ اگر آپ کو مل سکتا ہے تو صرف اور صرف ترجمہ کنزالایمان کی سطور میں۔

موصوف قارئین پر یہ تاثر قائم کرنے کی ناکام کوشش کررہے ہیں کہ قرآن کے فہم کے لئے صرف اور صرف لغات کی ضرورت ہے اگر قرآن کے کسی لفظ کا ترجمہ درکار ہے تو اسے لغات میں تلاش کیا جائے اگر اس کی تائید میں کوئی لفظ مل جائے تو وہ قابل قبول ہے اور کسی لفظ کے ترجمے میں لغات کی تائید نہ ملے تو وہ مسترد کئے جانے کے قابل ہے جیسے "الانسان" کا ترجمہ "انسانیت کی جان محمد" ہزاروں لغات کی چھان پھٹک کے باوجود نہیں ملے۔کیوں کہ مذکورہ ترجمے کو لغات کی تائید نہیں اس لیے یہ تحریف ہے۔یہ ہے مفتی چمن کا مبلغ علم اور چلے مفکر اسلام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمے کی کمزوریاں تلاش کرنے۔ بعض مترجمین نے قرآن کا ترجمہ صرف اور صرف لغات کی بنیاد پر کئے ہیں وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کی گمراہی کا سبب بنے۔اسی جماعت سے موصوف کا تعلق محسوس ہورہاہے ورنہ وہ کبھی بھی یہ دعویٰ نہیں کرتے۔آپ نے رانگ نمبر ڈائیل کیا ہے ایک ہزار لغات کی چھان پھٹک تو کیا اور

اگر ایک لاکھ لغات کی چھان پھٹک کرلیں آپ کو "الانسان" کا ترجمہ "انسانیت کی جان محمد" نہیں ملے گا۔ہاں اگر آپ صحیح نمبر ڈائیل کرتے تو ہزاروں نہیں بلکہ چند مستند عربی تفاسیر کا مطالعہ کرتے تو یہ اعتراض وارد نہیں کرتے۔ کیوں کہ قرآن شناسی سے موصوف کا شغف نہیں تو ایسے نیم حکیم سے قرآن فہمی کی گیرائی و گہرائی کی امید رکھنا عبث ہے۔

اس مرحلے پر مناسب معلوم ہوتا ہے مفتی صاحب کے ممدوح کے ترجمے پر ایک نظر ڈال لی جائے کیا وہ ترجمہ لغوی اساس پر پورا ہے اگر نہیں تو وہ بھی تحریف کے مترادف ہو گا؟

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا (سورہ نور:۱)

یہ وہ عظیم الشان سورت ہے جسے ہم نے نازل کیا۔ مترجم: سید ریاض حسین شاہ۔

"سورة" کے معنی اردو میں بھی "سورة" ہی بنتے ہیں ہزاروں لغات کی چھان پھٹک کے باوجود کسی لغت میں "سورة" کے معنی: یہ، وہ، عظیم اور الشان کبھی نہیں ملے گا۔ اگر آپ کو مل سکتا ہے صرف اور صرف حضرت شاہ جی کے ترجمے کی سطور میں۔

اب چمن زمان صاحب بتائیں کہ "سورة" کا ترجمہ "یہ وہ عظیم الشان" کس قانون اور ضابطے کے مطابق کیا گیا؟ کیا آپ کو مالک ارض و سماء کی جانب سے کوئی سند ملی ہوئی ہے کہ آپ ترجمہ قرآن میں جہاں چاہیں، جو چاہیں، اضافہ کر دیں اور پھر اپنی بد معاشی سے اسے "محاسن" بھی قرار دے ڈالیں۔

اس مرحلے پر مناسب معلوم ہوتا ہے ک مفکر اسلام احمد رضاخان قادری کے ترجمے کی تحقیق کی جائے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ

انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا۔ (کنزالایمان)

حضرت علامہ قاضی عبد الرزاق بتھر الوی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: "خَلَقَ الْاِنْسَانَ" میں انسان سے مراد بھی نبی کریم ﷺ ہیں جو انسانیت کی جان ہیں نبی کریم ﷺ انسانیت کی جان ہیں اس کا اردو محاورہ میں ایک مطلب یہ ہے کہ آپ تمام انسانوں کے محبوب ہیں اور آپ کو محبوب ماننا ہی ایمان ہے اور آپ کو اپنے والدین، اولاد سے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ماننا ایمان سے دوری کی علامت ہے۔ انسان کی جان کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ آپ باعث تخلیق انسان ہیں۔ بلکہ آپ باعث تخلیق کائنات ہیں جیسا کہ حدیث قدسی ہے: لولاك لما خلقت الافلاك (اے محبوب اگر آپ نہ ہوتے تو کائنات کا معرض وجود میں آنے کا نظم ونسق نہ ہوتا)

لطف کی بات یہ ہے کہ اس حدیث کو مولانا حسین احمد مدنی نے "الشہاب الثاقب" میں صحیح قرار دیا ہے۔ آپ کا اصل کائنات ہونا انسانیت کی جان ہونے میں کوئی استحالہ نہیں۔ اسی طرح روح المعانی میں ہے:

"العالم جسد روحه النبوة ولا قيام للجسد بدون روحه"

(تمام جہان ایک جسم ہے اور نبی کریم ﷺ اس کی روح ہیں جسم کا قیام بغیر روح کے ممکن نہیں) (تسکین الجنان: ص۔۳۵۷)

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو جان ہیں جہاں کی، جان ہے تو جہاں ہے

(حدائق بخشش)

مفکر اسلام احمد رضا خان کے ترجمے کے مصادر:

وقال ابن كيسان: {خَلَقَ الإِنسَٰنَ} يعني: محمداً صلى الله عليه وسلم

تفسير معالم التنزيل // البغوی.

وقال ابن كيسان: {الإنسان}: محمد صلى الله عليه وسلم

تفسیر المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز / ابن عطیة

أنه محمد صلی الله علیه وسلم، علَّمه بیانَ ما کان وما یکون، قاله ابن کیسان.

تفسیر زاد المسیر فی علم التفسیر / ابن الجوزی

وقیل: خلق الإِنسان یعنی محمداً صلی الله علیه وسلم.

تفسیر مجمع البیان فی تفسیر القرآن / الطبرسی

أراد بالإِنسان محمداً صلی الله علیه وسلم

تفسیر لباب التأویل فی معانی التنزیل / الخازن

وقال ابن کیسان: محمد صلی الله علیه وسلم

تفسیر البحر المحیط / ابوحیان

ابن کیسان: خلق الانسان یعنی محمداً صلی الله علیه وسلم

تفسیر الکشف والبیان / الثعلبی

وقیل: یعنی سیدنا محمد صلی الله علیه وسلم

تفسیر التسهیل لعلوم التنزیل / ابن جزی الغرناطی

فی تفسیر الإِنسان، وقیل: هو محمد صلی الله علیه وسلم لأنه الإِنسان الکامل۔

تفسیر حاشیة الصاوی / تفسیر الجلال

مفکر اسلام الشیخ احمد رضا خان قادری حنفی ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کے پیش نظر ”**الانسان**“ سے متعلق مفسرین کے تمام اقوال تھے ان میں سے کسی ایک کا انتخاب مقصود تھا اسیر عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ رحمٰن کی ابتدائی آیات میں اس قول کا انتخاب کیا جو آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف و ثناء اور مدحت و نعت پر مبنی تھا اور اسے ہی آپ نے ”الانسان“ کے ترجمے میں

سمویا۔ مقام حیرت و عبرت ہے کہ مفتی صاحب کو یہ توصیف وثناء اور مدحت ونعت رسول ﷺ، اپنے چمن میں آسمانی برق کی طرح کیوں محسوس ہو رہی ہے۔ ہم اس کے بارے میں کچھ کہنے سے قاصر ہیں کیوں کہ یہ چمن زمان صاحب کا ذاتی معاملہ ہے۔

(۸) عَلَّمَهُ الْبَيَانَ (الرحمٰن4)

مفتی چمن زمان لکھتے ہیں: فاضل بریلی نے اس کا ترجمہ یوں کیا: **وما کان ومایکون کا بیان** انہیں سکھایا (کنز الایمان)

بریلویوں سے سوال ہے کہ: کون سی لغت نے "البیان" کا ترجمہ "وما کان ومایکون کا بیان" کیا ہے؟ آج تک مفردات وغریب القرآن پہ ان گنت کتابیں لکھی گئیں۔ عربی الفاظ کے معنی کی نشان دہی کی خاطر آئمہ لغت نے سینکڑوں مجلدات لکھ ڈالیں۔ لیکن کیا دنیا کی کسی ایک لغت میں "البیان" کا ترجمہ "**وما کان ومایکون کا بیان**" ملتا ہے۔؟ اگر ہے تو بریلویوں پر یہ ادھار ہے۔ اور اس کو چکانے کے لئے صبح قیامت تک کا وقت بریلویوں کو دیا جاتا ہے۔۔۔!!!

اس سے پہلے ہم مفکر اسلام الشیخ احمد رضا خان قادری کے ترجمہ کی حقانیت پر بحث کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ موصوف ممدوح کے ترجمہ پر ایک نظر ڈال لی جائے:

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ (ق:٣٦)

"ان سے پہلے ہم نے کتنی قوموں کو ہلاک کیا جا چکا ان کی نسبت شان وشوکت میں بڑھ کر تھیں (سورہ:ق ۵۰:۳۶)

حضرت پیر سید ریاض حسین شاہ زید مجدہ نے " اَشَدُّ "کا ترجمہ یوں کیا ہے "شان و شوکت میں بڑھ کر" مفتی چمن زمان صاحب سے سوال ہے کہ: کون سی لغت نے "اَشَدُّ "کا ترجمہ " شان و شوکت میں بڑھ کر" کیا ہے؟ آج تک مفردات و غریب القرآن پہ ان گنت کتابیں لکھی گئیں۔ عربی الفاظ کے معنی کی نشان دہی کی خاطر آئمہ لغت نے سینکڑوں مجلدات لکھ ڈالیں۔ لیکن کیا دنیا کی کسی ایک لغت میں "اَشَدُّ "کا ترجمہ "شان و شوکت میں بڑھ کر" ملتا ہے۔؟ اگر ہے تو محترم مفتی چمن پر یہ ادھار ہے۔ اور اس کو چکانے کے لئے صبح قیامت تک کا وقت موصوف کو دیا جاتا ہے۔۔۔!!!

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مفتی چمن ترجمہ قرآن میں صرف اور صرف لغوی اساس پر ترجمہ کرنے کے مقلد ہیں جب کہ یہ منہج ترجمہ قرآن میں ہر جگہ لاگو نہیں ہوتا جس کی کئی امثال موصوف کے ممدوح کے ترجمہ قرآن میں موجود ہیں کیا وہ اپنے اس نظریہ بنیاد پر انہیں رد کرنے کی جسارت کریں گے؟ جیسا کہ اسی آیت میں

"اَشَدُّ" کا ترجمہ "شان و شوکت میں بڑھ کر" کیا ہے۔

جب کہ نظم قرآن کی اقسام میں "وجوہ القرآن" صنعت مشاکلۃ اور لفظ مشترک میں اس قاعدہ کا اطلاق نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ علوم القرآن کی قلت وجہ سے بعض مترجمین خود بھی گمراہ ہوے اور دوسروں کی گمراہی کا باعث بنے ایسا معلوم ہوتا کہ مفتی صاحب کا اسی دبستان سے تعلق ہے جو صرف قرآن کا ترجمہ لغوی اساس پر کرنے کے قائل ہیں۔

محترم مفتی چمن کا چیلنج: دنیا کی کسی ایک لغت میں "البیان" کا ترجمہ **"وما کان وما یکون کا بیان"** ملتا ہے۔؟ اگر ہے تو بریلویوں پر یہ ادھار ہے۔ اور اس کا چکانے کے لئے صبح قیامت تک کا وقت بریلویوں کو دیا جاتا ہے۔۔۔!!!

مصادر ترجمہ کا مطالعہ: اس مرحلے پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صاحب کی کج فہمی قرآن کی وجہ سے "البیان" کے ترجمہ "وماکان ومایکون کابیان" سے نابلد ہیں ان کی اس محرومی کا ازالہ کرنے کے لئے مفکر اسلام الشیخ احمد رضاخان قادری کے ترجمے کے مصادر ملاحظہ ہوں:

(۱)وقال ابن كيسان: { خَلَقَ ٱلإِنسَانَ } يعني: محمداً صلى الله عليه وسلم { عَلَّمَهُ البَيَانَ } يعني: بيان ما كان وما يكون لأنه كان يبين عن الأولين والآخرين وعن يوم الدين

تفسير معالم التنزيل / البغوى.

علَّمه بيانَ ما كان وما يكون، قاله ابن كيسان.(۲)

تفسير زاد المسير فى علم التفسير / ابن الجوزى

وقيل: خلق الإِنسان يعني محمداً صلى الله عليه وسلم علمه البيان يعني ما كان وما يكون عن ابن كيسان

البيان فى تفسير القرآن / الطبرسى تفسير مجمع

أراد بالإنسان محمداً صلى الله عليه وسلم علَّمه البيان يعني بيان ما يكون وما كان لأنه صلى الله عليه وسلم ينبئ عن خبر الأولين والآخرين وعن يوم الدين

تفسير لباب التأويل فى معانى التنزيل / الخازن

ابن كيسان: خلق الانسان يعني محمداً صلى الله عليه وسلم علمه البيان يعني بيان ما كان وما يكون؛ لأنه كان يبيّن عن الأولين والآخرين وعن يوم الدين

تفسير الكشف والبيان / الثعلبى

وهذا أحد أقوال فى تفسير الإنسان، وقيل: هو محمد صلى الله عليه وسلم لأنه الإنسان الكامل، والمراد بالبيان علم ما كان وما يكون

تفسیرحاشیۃ الصاوی / تفسیرالجلالین

طوالت سے گریز کرتے صرف ان مفسرین کے نام درج کئے جاتے ہیں جنہوں نے "علمہ البیان "کی وضاحت "ماکان ومایکون" سے کی ہے۔

امام قرطبی،امام ابن عادل، ،علامہ آلوسی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر سراج المنیر،اور تفسیر حسینی وغیرھا۔

مفکر اسلام الشیخ احمد رضاخان قادری نے عربی اور مستند تفاسیر کا مطالعہ فرمایا جس میں "علمہ البیان" سے متعلق مختلف اقوال درج تھے آپ کو ترجمے کے لیے ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کر کے ترجمے میں سمونا تھا آپ نے جمہور کے اس قول کا انتخاب کیا جو آقا کریم کی توصیف و ثناء اور مدحت ونعت پر مبنی تھا۔ وہ ہے "علمہ البیان یعنی بیان ما کان وما یکون؛ لأنه کان یبیّن عن الأولین والآخرین وعن یوم الدین "

پس معلوم ہوا کہ مفکر اسلام کا ترجمہ سلف صالحین کا عکاس ہے کہ آقا کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے "ماکان ومایکون" کا علم عطا فرمایا جو دوزمانوں پر محیط ہے یہ علم دو حدوں میں محدود ہے ۔جب کہ اللہ تعالیٰ کا علم غیر محدود اور لامتناہی ہے ان دونوں میں کوئی نسبت نہیں تو شرک کا سوال کیسا۔اور مفکر اسلام نے سلف صالحین کی روشنی میں اس آیت کے ترجمے میں آقا کریم کریم ﷺ کے خصائص رقم کئے ہیں مفتی چمن زمان کو نہ صرف مذکورہ خصائص النبی ﷺ پر اعتراض ہے بلکہ اسے تحریف میں شمار کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے

(9)(وَّاسۡتَغۡفِرۡ لِذَنۡۢبِكَ (سورۃ مؤمن:۵۵)

مفتی چمن زمان لکھتے ہیں: فاضل بریلی نے اس کا ترجمہ کیا: اور اپنوں کے گناہوں کی معافی چاہو (کنزالایمان)

معمولی عربی دان بھی جانتا ہے "ك" کا ترجمہ "اپنے" تو ہو سکتا ہے لیکن "ك" کا ترجمہ "اپنوں کے" نہیں بنتا۔

یہ بات تحقیق طلب ہے مفکر اسلام نے "ذنب منسوب الی النبی ﷺ" نہیں کیا جب کہ مفتی چمن کے مطابق "ذنبك" کا ترجمہ "اپنے گناہ" ہی ہو سکتا ہے یعنی معمولی عربی دانی کے مطابق "ذنب منسوب الی النبی ﷺ" ہے۔یعنی اپنے گناہ۔ اس معمولی عربی دانی پر مشتمل تراجم ملاحظہ ہو جو موصوف کے تائیدی ترجے بنتے ہیں:

(۱) تو اپنے گناہ کی معافی مانگتا رہ (جونا گڑھی)

(۲) اپنے گناہوں کی معافی مانگو (فتح محمد)

(۳) اپنے گناہ کے لئے بخشش مانگ (عبد السلام بھٹوی)

(۴) اپنے گناہ کی معافی مانگئے (عبد الرحمان کیلانی)

(۵) اپنے گناہ کی معافی چاہتے رہو (امین اصلاحی)

(٦) اپنے گناہ کی معافی مانگیے (صلاح الدین یوسف)

معمولی عربی دان کے یہ تراجم قرآن کی ان صریح آیات کے خلاف ہیں۔

(۱) اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (3) عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (4) (سورہ یٰسین)

(شک نہیں آپ ضرور رسولوں میں سے ہیں ۳سیدھی راہ پر ۴)

(۲) اِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (شوری:۵۲)

(بے شک آپ کا کام ہی یہ کہ آپ سیدھے راستے کی ہدایت دیتے رہیں)

(۳) وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى (3) اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (4) (النجم) (وہ اپنی خواہش سے کبھی بولتے ہی نہیں ۳۔ ان کی ہر بات وحی ہوتی ہے جو ان کی طرف کی جاتی)

(۴)اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ(الرعد:۷) (بے شک آپ تو خطرات زندگی سے آگاہ فرمانے والے ہیں اور ہر قوم کے لئے آپ راہ راست پر ڈالنے والے ہیں)

(۵)وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ

(۶)وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ

(۷) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

(۸)وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

(۹)يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا

(۱۰)وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا

(۱۱)وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا

(۱۲)وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ

(۱۳)مَّنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ

(۱۴)وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ

(۱۵)قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ۔

(۱۶)اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ

(۱۷)وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ

(۱۸)وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ

ان آیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آقا کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم پر گامزن فرمایا۔ آپ کا قول و عمل اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہے آپ ﷺ صراط مستقیم کی

ہدایت فرماتے ہیں۔ ہر قوم کے ھادی و مرشد اور آپ کی غیر مشروط اطاعت امت پر واجب ہے۔ اہل سنت کے عقیدہ معصومیت کی بنیاد قرآن کریم کی ایسی ہی صریح آیات پر ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ قرآن میں نبی کریم ﷺ کی طرف، ذنب، ضال جیسے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ جس سے عدم معصومیت کا اشارہ بھی ملتا ہے اور تعارض قرآن کا تصور جنم لیتا ہے جب کہ یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ قرآن تعارض سے پاک ہے۔ دین کا تقاضا ہے کہ قرآن کی نفی اثبات معصومیت دونوں پر ایمان رکھا جائے۔ اسی وجہ سے علمائے اہل سنت صریح آیات جو معصومیت پر دلالت کرتی ہیں اس سے عقیدہ معصومیت اخذ کرتے ہیں اگر کسی آیت یا حدیث متواترہ میں ذنب، ضل، عصیٰ، ظلم، غویٰ، خطا اور نسیان وغیرہ انبیاء کی طرف منسوب ہوں تو ان کا صریح ترجمہ کرنے کی بجائے اس کی تاویل کرتے ہیں۔ عصمت انبیاء قطعی ہے اور اخبار احاد ظنی ہیں۔ یقین کے مقابلے میں ظن کی کوئی اہمیت نہیں۔ پس احاد کی بنیاد پر کسی طرح بھی عقیدہ معصومیت کو تاراج نہیں کیا جاسکتا۔

ذنب منسوب الی النبی ﷺ کے اثرات:

حضرت علامہ احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تحقیقی مقالے "عصمت انبیاء علیہم السلام" میں تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ذرا وہ ملاحظہ ہوں:

(۱) اگر کسی نبی سے گناہ صادر ہو تو اس کی اتباع حرام ہو گی۔

(۲) اگر انبیاء علیہم السلام سے گناہ صادر ہوں تو وہ مردود الشہادۃ قرار پائیں گے،

(۳) اگر انبیاء علیہم السلام سے گناہ صادر ہوں تو انہیں رجز کرنا پڑے گا جو سزا ہے اور انبیاء علیہم السلام کو ایذا قطعا حرام ہے۔

(۴) "گناہ" ظلم و معصیت اور موجب ملامت و مذمت ہے اور ظالم و عاصی کے حق میں لعنت اور نار جہنم کی وعید قرآن میں وارد ہے۔۔۔ اگر انبیاء علیہم السلام سے گناہ صادر ہوں تو "خاکم بدہن" وہ نار جہنم کے مستحق، ملامت کے حق دار اور ملعون و مذموم ہوں گے۔

(۵) نبی کے گناہ کا عذاب تمام گناہ گاروں کے عذاب سے زیادہ ہو گا۔

(٦) نبوت سب سے بڑا عہدہ ہے جو کسی ظالم کو نہیں مل سکتا۔

(۷) اگر انبیاء علیہم السلام سے گناہ کا صدور مانا جائے تو کم از کم صدور معصیت کے وقت تو معاذاللہ وہ ضرور حزب الشیطان قرار پائیں گے۔ اور حزب الشیطان خاسرین ہیں ایسی صورت میں العیاذ باللہ! انبیاء علیہم السلام کو خواہ ایک آن ہی کے لئے ہو، خاسرین کہنا پڑے گا۔

یہ تمام امور انبیاء علیہم السلام کے لیے محال ہیں۔۔۔ لہذا ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام سے گناہ کا صدور قطعاً ممکن نہیں۔ (مقالات کاظمی، ج سوم)

اہل سنت کے دیگر تراجم:

(۱) اور اپنی امت کے گناہوں کی (مجھ سے) بخشش مانگو (مفتی غلام سرور قادری)

(۲) اور آپ (امت کی تعلیم استغفار کے لئے) اپنے (بظاہر) خلاف اولیٰ کاموں کی بخشش چاہیں (علامہ احمد سعید کاظمی)

(۳) اپنی امت کے گناہوں کی، معافی چاہیں (علامہ شرف قادری)

(۴) اور اپنی امت کی لغزشوں پر مغفرت طلب کیجئے (ڈاکٹر زرقانی قادری)

(۵) بخشواتے رہو اپنے وابستوں کو (محدث اعظم ہند)

(٦) اور اپنی امت کے گناہوں کی بخشش طلب کیجئے (ڈاکٹر محمد طاہر القادری)

(۷) آپ اپنے بظاہر خلاف اولیٰ کاموں کے لیے بخشش طلب کیجئے (علامہ غلام رسول سعیدی)
اس میں ہمیں دو قسم کے ترجمے دکھائی دیتے ہیں اول: جس میں گناہوں کی نسبت امت کی طرف کی گئی ہے۔ دوم: جب کہ دو تراجم ایسے ہیں "خلاف اولیٰ" کی نسبت آقا کریم ﷺ کی طرف کی گئی ہے مفکر اسلام الشیخ احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "مکروہ تنزیہی میں کوئی گناہ نہیں ہوتا وہ صرف خلاف اولیٰ ہے۔۔ فقہانے تصریح فرمادی ہے کہ مکروہ تنزیہی کے فاعل پر بالکل گناہ نہیں ہو گا" (فتاویٰ رضویہ، ج ۹ ص ۴۴۹، ۴۵۰) دنیائے اہل سنت کا کوئی بھی ایسا مترجم قرآن نہیں جس نے اس آیت میں "ذنبک" کا صریح ترجمہ "گناہ" کیا ہو کیوں کہ سنی مترجمین عصمت انبیاء پر مبنی آیات کو خوب جانتے ہیں اور جس آیت میں عدم عصمت کا اشارہ ہو اس کی تاویل کرتے ہیں تا کہ کوتاہ نظری سے جو تعارض رونما ہوا وہ رفع ہو سکے اور اثبات عصمت اور عدم عصمت پر مبنی آیات کے ترجمے میں تطبیق پیدا ہو سکے، یہی وجہ ہے کہ عصمت انبیاء کا عقیدہ ضروریات مذہب اہل سنت سے ہے۔
حیرت ہے مفتی چمن ایسے ترجمے کا تقاضا کر رہے ہیں جو "سنی منہج" کے برخلاف ہو۔ جس میں "گناہ" کو براہ راست آقا کریم ﷺ سے منسوب کر دیا جائے۔ ایسا نہ صرف صریح آیات کے خلاف ہے، بلکہ اہل سنت کے عقیدہ "عصمت انبیاء علیہم السلام" کے بھی خلاف ہے۔

مفکر اسلام کے ترجمے کے مصادر کا مطالعہ:

{وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ} من باب إضافة المصدر إلى المفعول أي واستغفر لذنب أمتك في حقك تفسير مفاتيح الغيب، التفسير الكبير / الرازي

{وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ} قيل: لذنب أمتك حذف المضاف وأقيم المضاف إليه مقامه.

تفسير الجامع لاحكام القرآن / القرطبي

{وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ} قيل المراد ذنب أمتك، فهو على حذف مضاف .

تفسير فتح القدير/ الشوكاني

استغفر لذنبك أى لذنب أمتك

تفسير بحر العلوم/ السمرقندى

أن يكون الخطاب فى هذه الآية له والمراد أمته

تفسير المحرر الوجيز فى تفسير الكتاب العزيز/ ابن عطية

{لِذَنبِكَ} لذنب أمتك فى حقك

تفسير روح المعانى/ الالوسى

{وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ} فإن استغفارك هذا وأنت المعصوم من كل ما يغضبنا ـ يجعل أمتك تقتدى بك فى ذلك، تفسير الوسيط فى تفسير القرآن الكريم/ طنطاوى

ان مصادر سے یہ نکات سامنے آتے ہیں:

(۱) اس آیت میں خطاب آقا کریم سے ہے اور مراد آپ کی امت ہے۔

(۲) آپ تو تمام گناہوں سے معصوم ہیں پس آپ اپنی امت کے استغفار کیجئے

(۳) یہاں ذنب سے مراد آپ کی امت کے گناہ ہیں۔ ان کے لئے استغفار کیجئے۔

سنی مسلک تاویل کے تحت ترجمہ:

پس معلوم ہوا کہ مفکر اسلام کے پیش نظر ''عصمت انبیاء علیہم السلام'' پر دلالت کرتی ہوئی سیکڑوں آیات ہیں اور وہ چند آیات بھی جس میں ''عدم عصمت'' کا اشارہ ملتا ہے آپ ''سنی منہج'' پر قائم رہتے ہوئے ''عصمت'' پر مبنی آیات سے ''عصمت انبیاء'' کا عقیدہ اخذ کرتے ہیں اور جن آیات میں عدم عصمت کا اشارہ ملتا ہے تحفظ ناموس رسالت کا فریضہ سرانجام

دیتے ہوئے اس کی تاویل کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ نے اس آیت کا صریح ترجمہ کرنے کی بجائے مرادی و تفسیری ترجمہ کیا ہے جو سلف صالحین کی تحقیقات پر مبنی ہی نہیں بلکہ خصائص النبی ﷺ کا مظہر بھی ہے جو مفتی صاحب کو حسب عادت ہضم نہیں ہو رہا ہے بلکہ اسے تحریف سے منسوب کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

(۱۰) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان گرامی ہے: **لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ** (سورۃ فتح: ۰۲)

مفتی چمن " لکھتے ہیں: فاضل بریلوی نے اس کا ترجمہ کیا: تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے (کنزالایمان)

آیۃ مقدسہ میں "تمہارے اگلوں" اور "تمہارے پچھلوں" کس لفظ کے معنی ہیں؟ کیا "ماتقدم" کے معنی "تمہارے اگلوں" اور "ماتاخر" کا ترجمہ "تمہارے پچھلوں" کا کرنا تحریف نہیں؟

۔۔۔ لیکن سوال ضرور بنتا ہے کہ: تم لوگ دربار خداوندی سے اجازت نامہ حاصل کئے بیٹھے ہو کہ ترجمہ قرآن کے نام پہ تم جو چاہے لکھو، بولو چھاپو، پھیلاؤ تمہیں کوئی نہیں پوچھ سکتا۔

پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے موصوف کے ممدوح کے ترجمے پر ایک نظر ڈال لی جائے:

"تاکہ اللہ آپ کے سبب سے معاف فرمادے انہیں جو پہلے پہل آپ سے لگ گئے اور انہیں بھی جو بعد میں آپ سے لگ گئے" (مترجم: سید ریاض حسین)

ہم یہاں مفتی چمن کے اعتراض کو کچھ تغیر کے ساتھ بعینہ نقل کرتے ہیں: آیۃ مقدسہ میں "جو پہلے پہل آپ سے لگ گئے" اور "جو بعد میں آپ سے لگ گئے" کس لفظ کے معنی ہیں؟ کیا "ماتقدم" کے معنی "پہلے پہل" اور "ماتاخر" کے معنی "جو بعد میں آپ سے لگ گئے" کرنا تحریف نہیں؟ اگر "ذنبک" کا ترجمہ "آپ سے لگ گئے" تو "ذنبک" آیت میں ایک بار ہے

جب کہ مفتی چمن کے ممدوح نے دوبار "آپس سے لگ گئے" تحریر کیا ہے کیا یہ تحریف نہیں اسی طرح سورۃ مؤمن کی آیت نمبر ۵۵ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ (تو اے قرآن پڑھنے والے! صبر کر بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے) [مترجم سید ریاض حسین شاہ] اس آیۃ مقدسہ میں "تو اے قرآن پڑھنے والے" کس لفظ کا ترجمہ ہے مفتی چمن کے مزاج کے مطابق یہ تحریف ہے۔ تو کیا موصوف کے ممدوح شاہ محرفان نہیں کہلائیں گے؟ لیکن سوال ضرور بنتا ہے کہ: تم لوگ دربار خداوندی سے اجازت نامہ حاصل کئے بیٹھے ہو کہ ترجمہ قرآن کے نام پہ تم جو چاہے لکھو، بولو چھاپو، پھیلاؤ تمہیں کوئی نہیں پوچھ سکتا۔

اس مرحلے میں مناسب معلوم ہو تا کہ مفتی چمن نے ترجمہ مفکر اسلام احمد رضا خان پر تحریف کا دسواں بہتان لگایا ہے اس کا جائزہ لیا جائے:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان گرامی ہے: لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (سورۃ فتح: ۰۲)

تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

(کنز الایمان)

مفتی چمن کی جلالت علمی کے مطابق اس ترجمے میں "تمہارے اگلوں اور تمہارے پچھلو کے" تحریف قرآن ہے کیوں کہ موصوف کے مطابق یہ کسی آیت کا ترجمہ نہیں یہاں صحیح ترجمہ وہ ہے جو لفظی ہو جس کا تقاضا "ذنب منسوب الی لنبی ﷺ" ہے اس لیے موصوف کے نمائندہ تراجم یہ ہوئے:

(۱) تا کہ خدا تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے (فتح محمد)

(۲) تا کہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے (محمود الحسن)

(۳) تا کہ جو کچھ تیرے گناہ آگے ہوئے اور جو پیچھے سب کو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے (محمد جونا گڑھی)

(۴) کہ اللہ تمہارے تمام اگلے اور پچھلے گناہوں کو بخشے (امین احسن)

جیسا کہ انبیاء کی عصمت سے متعلق پہلے ہی جان چکے ہیں اس لئے طوالت سے گریز کرتے ہیں کہ یہ تراجم کئی صریح آیات کے بر خلاف ہیں جو آنحضرت کی معصومیت پر دلالت کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے عقیدہ معصومیت انبیاء کا تعلق ضروریات اہل سنت سے ہے ان حقائق کی روشنی میں موصوف اپنے مخصوص فکر و فلسفے کی روشنی ان ترجموں میں "اگلوں اور پچھلوں" کے بجائے براہ راست گناہ کی نسبت آقا کریم سے کی گئی ہے یہ عین ترجمہ ہے اگر چہ صریح آیات اور ضروریات اہل سنت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

ان سنی تراجم کے بارے میں بھی وہی فتوی "محرف قرآن" صادر کریں گے جو انہوں مفکر اسلام احمد رضا خان قادری پر بہتان تراشی کی تھی۔ اگر مفتی صاحب میں جسارت ہے تو اس کی زد میں آپ کے ممدوح حضرت پیر سید ریاض حسین زید مجدہ بھی آئیں گے کہ انہوں نے بھی "ذنب منسوب الی النبی" کی بجائے "ذنب مندرفع علی النبی ﷺ" کا فریضہ دیا ہے وہ ملاحظہ ہو:

(۱) تاکہ اللہ آپ کے سبب معاف فرمادے انہیں جو پہلے پہل آپ سے لگ گئے اور انہیں بھی جو بعد میں آپ سے لگ گئے (ریاض حسین)

(۲) تاکہ آپ کی خاطر اللہ آپ کی امت (کے تمام افراد) کی اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے (طاہر القادری)

(۳) تاکہ اللہ تمہارے سبب سے اگلوں کے گناہ بخش دے اور (تمہارے) پچھلوں کے (مفتی غلام سرور قادری)

(۴) آپ ماضی میں بھی معصوم رہے اور آئندہ بھی معصوم رہے گے (علامہ شرف قادری)

(۵) تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے وسیلے سے آپ کی امت کے اگلے پچھلے گناہ معاف کردے (ڈاکٹر غلام زرقانی قادری)

ان تمام تراجم میں " ذنب منسوب الی النبی ﷺ" نہیں بلکہ " ذنب مندفع علی النبی ﷺ" ہے جس میں آقا کریم ﷺ کے سبب اگلے پچھلوں کے گناہ کی معافی(شفاعت)کا مژدہ جانفزا ہے۔اس کے باوجود مفتی چمن ایسے ترجموں کو تحریف قرار دینے کی بے باکی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

مغفرت ذنب کے اسباب کا مطالعہ:

علامہ ابن حجر عسقلانی نے اپنے رسالے " الخصال المکفرۃ للذنوب المتقدمۃ والمتاخرۃ'' (مترجم:ڈاکٹر حامد علی علیمی)نے ایسی احادیث جمع کیں ہیں جس میں امور حسنہ کے سبب آقا کریم ﷺ نے مؤمنین کے اگلے پچھلے گناہ معاف ہونے کی بشارت سنائی گئی ہے۔ان میں چند احادیث ملاحظہ ہوں:

(۱)رسول اللہ ﷺ نے اہل بدر کے بارے میں فرمایا:اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی جانب نظر رحمت فرمائی اور ان کے حق میں فرمایا:جو چاہو عمل کرو،بے شک میں نے تمہیں بخش دیا ہے(بخاری:کتاب الجہاد)

(۲)حضرت عاشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول ﷺ کو دیکھا تو عرض کی:یارسول اللہ!میرے لئے دعا فرمائیں،حضور ﷺ نے فرمایا:اے اللہ!عائشہ کے اگلے،پچھلے پوشیدہ اور اعلانیہ گناہوں کو بخشش(صحیح ابن حبان)

(۳)حضور نے فرمایا:جس نے ماہ رمضان میں ایمان اور ثواب کے لئے قیام کیا،اس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے(مسند الامام احمد)

(۵)حضور نے فرمایا:جو اللہ کی رضا کے لئے حج کرنے آئے اللہ اس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیتا ہے(حلیۃ الاولیاء)

(٦) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو عصر سے پہلے چار رکعت پڑھے، اللہ اس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیتا ہے"

اس طرح اس رسالے میں فرائض ونوافل کے سبب مسلمان کے اگلے اور پچھلے گناہ کی بخشش کی بشارتیں سنائی گئیں ہیں۔

ع تمام فرائض فرع ہیں اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

تمام فرئض کی ادائی کے سبب اگلے اور پچھلے گناہ کی بخشش کی بشارت ہے مگر اصل الاصول آقا کریم ﷺ کے سبب اگلوں اور پچھلوں کے گناہوں کی بخشش پر مفتی چمن کو اعتراض ہے

مفکر اسلام کے ترجمہ کے مصادر کا مطالعہ:

وقال عطاء ما تقدّم من ذنبك، يعني ذنب أبويك آدم وحوّاء، وما تأخر من ذنوب أمتك

تفسیرفتح القدیر/ الشوکانی

لم يكن للنبي۔صلى للهعليه وسلم۔ذنب فماذا يغفر له فقيل: المراد ذنب المؤمنين

تفسیراللباب فی علوم الکتاب / ابن عادل

ليغفر لك الله ذنوب أمتك، وهو ما يشفع لأمته، فيغفر له؛ : لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ۔ أي: يغفر لأمته بشفاعته، والله أعلم

تفسیرتأویلات أهل السنة/ الماتریدی

وهومؤول) أي أن إسناد الذنب له صلى الله عليه وسلم مؤول، إما بأن المراد من ذنوب أمتك

تفسیرحاشیة الصاوی / تفسیرالجلالین

ان اقوال کی روشنی میں معلوم ہوا اس آیت مبارکہ میں "ذنب" مؤول ہے جس سے مراد امت کے گناہ ہیں کہ آقا کریم ﷺ کے سبب اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت قبول فرما کر امت کے اگلے پچھلے معاف فرمائے گا۔ مفکر اسلام کے ترجمہ کے یہی وہ مصادر ہیں جنہیں بنیاد بنا کر "تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے"

ترجمہ کیا ہے جو خصائص النبی ﷺ وفضائل نبی ﷺ پر مبنی ہے یہاں بھی مفتی چمن پر خصائص النبی ﷺ بار گراں ہیں۔

(۱۱)وَاسۡتَغۡفِرۡ لِذَنۡبِكَ وَلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنَاتِ(سورہ محمد)

مفتی چمن لکھتے ہیں: فاضل بریلی نے اس کا ترجمہ کیا: اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو(کنزالایمان)

کیا کوئی بریلوی بتاسکتا ہے کہ:"اپنے خاصوں" اور "عام" کس کلمہ قرآنیہ کا ترجمہ ہے؟

مفتی چمن اپنے ممدوح حضرت سید ریاض حسین شاہ زید مجدہ کا ترجمہ دیکھئے:

"اور طلب مغفرت کریں جو آپ سے لگ گیا ہو اور عام مومن مردوں اور عورتوں کے لئے"

کیا موصوف بتاسکتے ہیں کہ حضرت پیر سید ریاض حسین شاہ صاحب نے "عام" کس کلمہ قرآنیہ کا ترجمہ کیا ہے؟

امت مسلمہ میں اہل بیت وصحابہ کرام، اولیاء عظام اور عام مسلمان شامل ہیں۔یہ اس امت کا اعزاز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاتم المعصومین ﷺ کو حکم فرمایا: مؤمین ومؤمنات عام ہوں یا خاص سب کے لئے دعائے استغفار کرتے رہا کرو۔ مگر حضرت شاہ جی نے یہ اعزاز صرف عام مومن مردوں اور عورتوں میں مقید کر کے اس اعزاز سے امت کے خاص مؤمن ومؤمنات کو محروم کر دیا جب کہ مفکر اسلام الشیخ احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اس اعزاز میں امت کے عام مؤمن ومؤمنات اور خاص مؤمن ومؤمنات کو شامل کیا

ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام (رضا)

ترجمہ کے مصادر و اسلوب:

إنما خاطبه والمراد به أمته ويقال هذا الأمر للنبي -صلى الله عليه وسلم-

تفسیر بحر العلوم/السمرقندی

وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ } أي استغفر لهم ذنوبهم.

تفسیر النکت والعیون/الماوردی

وقيل: معنى قوله لذنبك أي لذنب أهل بيتك الذين ليسوا منك بأهل بيت

تفسیر اللباب فی علوم الکتاب/ابن عادل

"وقال بعض الناس لذنبك اى لذنب اهل بيتك وللمؤمنين و للمؤمنات اى الذى ليسوا منك باهل بيتك"

(۱) تفسیر کبیر/امام رازی (۲) تسکین الجنان/قاضی عبدالرزاق بتھرالوی

(اس میں ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ لذنبک سے مراد اہل بیت کے گناہ ہیں اگرچہ اس سے مراد بھی خلاف اولیٰ کا ارتکاب ہے۔ آپ اپنے اہل بیت اور مومن مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی مغفرت طلب کریں۔)

مفکر اسلام الشیخ احمد رضا خان قادری نے نہ صرف سلف صالحین کی تصریحات کی روشنی میں یہ ترجمہ قلم بند کیا بلکہ قرآں کے "اسلوب تقدیر مضاف" کو بھی اپنے ترجمے میں بھرپور انداز میں برتا ہے۔ مفتی چمن کیوں کہ قرآنیات کے "اسلوب تقدیر مضاف" سے کورے ہیں جس کی وجہ سے جہالت میں ملفوف تحریف کا بہتان تراش رہے ہیں۔

(۱۲) أَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ (سورۃ ملک، آیت ۱۶)

مفتی چمن لکھتے ہیں: فاضل بریلی اس کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کیا تم اس سے اتنے نڈر ہو گئے ہو جس کی سلطنت آسمان میں ہے (کنز الایمان)

عربی کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ آیہ مقدسہ میں کوئی ایسا کلمہ شریفہ نہیں جس کے معنی "سلطنت" کے بنتے ہوں۔

موصوف کی خواہش کے مطابق ایسے تراجم ملاحظ ہوں جو تھوڑی بہت عربی جاننے کی بنیاد پر کئے گئے ہیں:

(۱)۔ کیا تم اِس سے بے خوف ہو کہ وہ جو آسمان میں ہے (مولانا مودودی)

(۲)۔ کیا تم اس سے جو آسمان میں ہے بے خوف ہو (فتح محمد)

(۳)۔ کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے (عبد السلام بھٹوی)

(۴)۔ کیا تم اس سے نڈر ہو گئے جو آسمان میں ہے (عبد الرحمان کیلانی)

(۵)۔ کیا تم اس سے جو آسمان میں ہے نچنت ہو گئے (امین احسن اصلاحی)

(۶)۔ کیا تم اس سے نڈر ہو گئے ہو کہ جو آسمان میں ہے (عبد الماجد دریابادی)

ان تراجم سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں یعنی آسمان اللہ تعالیٰ کا احاطہ کئے ہوئے ہے وہ متناہی ہے جو آسمان میں محیط و مقید ہے اور مکان کے حصار میں ہے مفتی چمن کے عقیدے کے مطابق یہ ترجمہ درست ہے کیوں کہ یہ لغت کے عین مطابق ہے یہ ترجمہ فرقہ ظاہریہ اور مجسمہ کا نمائندہ ترجمہ ہو سکتا ہے مگر قرآن کی کئی آیات کے خلاف ہے۔

(۱) وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا (النساء:۱۲۶)

اور اللہ سب چیزوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے

(۲) اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ

خبردار! بے شک وہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے

(٣) وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ (۲۰:۸۵)

اللہ ان کے آس پاس سے محیط ہے

ان آیت کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے کو محیط ہے جب کہ مذکورہ چھ تراجم سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ آسمان اللہ تعالیٰ کو محیط کئے ہوئے۔ جس سے قرآن میں تعارض پیدا ہوتا ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن ہر قسم کے تعارض سے پاک ہے۔ یہاں ایسا ترجمہ درکار ہے جس میں دونوں آیتوں میں تطبیق ہو:

مفکر اسلام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ مکان و تمکین سے پاک ہے نہ عرش اس کا مکان ہے نہ دوسری جگہ عرش و فرش سب حادث ہیں اور وہ قدیم ازلی ابدی سرمدی جب تک یہ کچھ نہ تھے کہاں تھا، جیسا جب تھا ویسا ہی اب ہے اور جیسا اب ہے ویسا ہی ابد الآباد تک رہے گا۔ عرش و فرش سب متغیر ہیں، حادث ہیں فانی ہیں جب کہ وہ (اللہ تعالیٰ) اور اس کی صفات تغیر و حدوث و فنا سب سے پاک ہے (فتاویٰ رضویہ: ج ۲۹، ص ۱۱۶)

معطلہ و مشبہہ جنہیں جہمیہ بھی کہتے ہیں صفات متشابہات کے یکسر منکر ہی ہو گئے۔۔۔ اور ان کی طرف نقیض پر انتہائے تفریط میں مشبہ آئے جنہیں حشویہ و مجسمہ بھی کہتے ہیں ان خبیثوں نے صاف صاف مان لیا کہ ہاں اللہ کے لئے مکان ہے جسم ہے جہت ہے (ایضا: ص ۱۳۷)

اہل سنت کے دو مسالک آیات متشابہات میں ہیں سلف صالحین کا مسلک تفویض کا ہے، ہم نہ ان کے معنی جانیں نہ ان سے بحث کریں جو کچھ ان کے ظاہر سے سمجھ میں آتا ہے وہ قطعا مراد نہیں اور جو کچھ ان کے رب عزو جل کی مراد ہے ہم اس پر ایمان لائے۔ دوسرا مسلک متاخریں کا ہے کہ حفظ دین عوام کے لئے معنی محال سے پھیر کر کسی قریب معنی صحیح کی طرف لے جائیں جیسے استوا بمعنی استیلا بھی آیا ہے۔۔۔ یا تاویل کر کے صاف و پاک معنی کی طرف ڈھال دینا جس میں مشابہت مخلوق و جسمیت و مکان و جہت کی بو اصلا نہ پیدا ہو (ایضا، ص ۱۷۶)

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سر عرش تخت نشیں ہوئے

وہ نبی ﷺ ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

اگر اس آیت کے ترجمہ میں کسی کو معرفت اسماء وصفات الٰہی نہ ہو تو وہ اس آیت کی گیرائی و گہرائی کو نہیں پاسکتا مزید وہ متشابہات سے متعلق اہل سنت کے مسلک تفویض و تاویل سے بھی آشنا ہو اور فن تطبیق الآیات پر اسے کامل دسترست ہو۔ اس پس منظر میں '' ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ '' کا تعلق متشابہات سے ہے اس کا صریح اور لغوی ترجمہ گمراہی کا سبب ہے مسلک اہل سنت کے تحت اس کا تاویلی ترجمہ نہایت ضروری ہے تاکہ محکمات سے تعارض بھی رفع ہو اور ترجمہ میں تطبیق بھی ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ مفکر اسلام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کو اسما وصفات الٰہی کی معرفت حاصل ہے متشابہات سے متعلق اہل سنت کے مسلک سے بھی خوب آگاہ ہیں فن تطبیق پر کامل دسترست حاصل ہے اسی وجہ سے آپ سلف صالحین کی اتباع کرتے ہوئے اس آیت کا لغوی اور لفظی ترجمہ کرنے سے مکمل گریز کرتے ہوے اہل سنت کے مسلک تاویل کے تحت اس کا ترجمہ کرنے کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں:

''کیا تم اس سے اتنے نڈر ہو گئے ہو جس کی سلطنت آسمان میں ہے''

(۱) اس ترجمہ میں اللہ تعالیٰ کو مکان سے منزہ قرار دیا گیا۔ (۲) فرقہ مجسمہ کا رد کیا گیا ہے (۳) ترجمہ میں تعارض کو رفع کیا گیا ہے (۴) ترجمہ میں آیات کے درمیان تطبیق قائم کی گئی ہے) (۵) لغوی اور لفظی ترجمہ سے گریز کیا گیا ہے (۶) ترجمہ مسلک تاویل کا آئینہ دار ہے (۷) ترجمہ سلف صالحین کے منہج کے عین مطابق ہے۔ یہی وجہ ہے:

(۱) کنز الایمان قرآن کا ترجمان ہے۔

(۲) اہل تفویض کے مسلک کا عکاس ہے

(۳) اصحاب تاویل کے مذہب سالم کا مؤئد ہے

(۴) زبان کی روانی اور سلاست میں بے مثل ہے

(۵) قرآن کریم کے اصل منشاء و مراد کو بتاتا ہے

(۶) آیات ربانی کے انداز خطاب کو بتاتا ہے

(۷) تقدیس الٰہی کا پاسبان ہے

(۸) عصمت انبیاء کا محافظ و نگہبان ہے (سوانح اعلیٰ حضرت)

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم — جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

مفتی چمن کی ذہنی کیفیت ان کا ساتھ دینے سے قاصر ہے اس لیے وہ اس ترجمے کو بارہویں تحریف رضویہ کی مثال کہہ کر خود ساختہ فخر محسوس کر رہے ہیں علمی یتیمی کا عالم یہ ہے کہ انہیں فرقہ مجسمہ اور اہل سنت میں حد فاصل کا علم نہیں ہے نہ ہی انہیں اہل سنت کے مسلک تفویض اور مسلک تاویل کا ادراک ہے۔ نہ ہی فن تطبیق الآیات سے شد بد ہے فرقہ مجسمہ کی تقلید کرتے ہوئے متشابہات کا لغوی و لفظی ترجمہ کرنے پر اصرار ہے جو فرقہ مجسمہ سے ہٹ کر اہل سنت کے منہج کے مطابق ترجمہ کرے موصوف کے نزدیک وہ ''محرف'' ہے۔

مفتی چمن نے اپنی نادانی اور فہم قرآن سے عاری ہونے کے نتیجہ میں تحریفات کی جو عمارت قائم کی تھی ''ہم قارئین کو ایک بار پھر یاد دلانا چاہتے ہیں کہ: ان چند سطروں میں تمام تحریفات رضویہ کو جمع نہیں کیا گیا۔ یہ تو تحریفات رضویہ کے گودام سے نکالی ہوئی صرف ایک درجن مثالیں ہیں'' وہ مذکورہ علمی و تحقیقی دلائل و براہین کی روشنی میں زمین بوس ہو گئیں اور موصوف اپنے ممدوح کی عقیدت میں اس قدر دور نکل گئے کہ کنزالایمان میں مذکور خصائص النبی ﷺ انہیں تحریفات لگنے لگے! آج بھی موصوف پر قرض ہے وہ منطقی

مغالطہ اور الزامی جواب کی بجائے اپنے ممدوح کی سورہ مریم کی آیت ۵۷ (وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا) کی تعبیر ”ادریس علیہ السلام کا مزار ادھر ہی ہے جدھر نجف اشرف شریف میں علی کا مزار ہے۔۔۔ وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا: ہم نے اس کو وہ جگہ دی جو علی کو دی“ کو براہ راست قرآن و حدیث، اقوال صحابہ، تابعین کی تصریحات، لغوی تائید، تفاسیر معتبرہ قدیمہ سے مدلل کرنے پر اپنی توانائی صرف کریں تا کہ ان کے ممدوح کے دفاع کا حقیقی معنوں میں حق ادا ہو سکے۔

پس معلوم ہوا کہ کنزالایمان کسی قسم کی بھی معنوی تحریف سے مبرہ و منزہ ہے اس پس منظر میں مفتی چمن کو اس سوال ”محرف کون؟“ کا جواب آسانی سے بھی ملا گیا کہ محرف وہ جس کی تعبیر میں نہ قرآن ہے نہ حدیث، نہ صحابہ کا قول، نہ ہی تابعی کی تصریح ہے، نہ لغت کی تائید ہے اور نہ ہی تفاسیر معتبرہ قدیمہ کی عکاسی، حد تو یہ ہے وہ کسی قول شاذ و مجروح تک سے محروم ہو۔

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھ سے کاجل صاف چرا لیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گھڑی تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے

ضمیمہ:

مفتی چمن کے ممدوح حضرت پیر سید ریاض حسین شاہ زید اقبالہ کو مفکر اسلام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کا نام لینے کی جرآت نہ ہونے کی وجہ سے اپنے ایک ویڈیو کلپ میں اشارے سے فرمایا ”معاف کرنا مجھے نہ چھیڑو مجھے وہ بھی معلوم ہے ”عفریت“ کا ترجمہ ”خبیث“ کس نے کیا۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ حضور کے صحابہ کو نامرد ہیں کس نے کہا

مجھے معلوم ہے۔چپ کر مہر علی اے جانیں بولن دی۔ لیکن زیادہ تنگ کرو تو راز کھولیں تو زیادہ تکلیف ہو گی" جب کہ اس سے پہلے مرزا محمد علی نے اعلیٰ حضرت کا نام لے کر اپنے ویڈیو کلپ میں ترجمہ پر اعتراض کیا تھا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ لگے ہاتھ اس کا بھی یہیں جواب دے دیا جائے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿۳۹﴾ (سورہ النمل، آیات نمبر ۳۹)

علامہ سلمان ندوی نے جنات کی یہ اقسام بیان کیں ہیں:

(۱)۔جواجنہ: وہ جن جو ویرانوں میں رہتے ہیں۔ ان کے علاقے میں جانے والے مسافروں کو اپنی صورت بدل بدل خوف زدہ کرتے ہیں۔

(۲)۔عامر: ایسے جنات جو انسانوں کی آبادیوں میں رہتے ہیں

(۳)۔روح: جنات کی وہ شریر قسم جو بچوں کو ڈراتے ہیں

(۴)۔شیطان: انسان دشمن اور شریر

(۵)۔عفریت: شیطان سے بھی زیادہ شریر

عفریت کے معنی کی تحقیق:

طاقت ور، چالاک، خبیث ۔مکار، مکار و خبیث جن، سرکش اور براجن جس میں مکاری اور خباثت ہو۔(Terminology Enc.com)

عفریت کے معنی شاطر اور چالاک کے ہیں اور ساتھ ہی اس کے اندر تگڑے اور زور آور ہونے کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے (تدبر قرآن)

ایک خبیث دیو نے کہا: میں اٹھنے سے پہلے ہی وہ تخت آپ کے پاس لا سکتا ہوں (تفسیر مظہری)
وہ خبیث مکار کو اپنے مقابل لوگوں کو مٹی پر گرادے" مراد جو طاقت ور اور شریر ہو (القرطبی)
عفریت: خبیث سرکش (جن) کو کہتے ہیں (المدارک)
جنوں میں سے عفریت اس جن کو کہا جاتا ہے جو نہایت موذی اور شریر ہو (مفردات القرآن)
کہا: ایک سرکش جن نے (معالم العرفان)
اردو میں بھی مستعمل ہے جیسے: بدعنوانی کا عفریت، منہگائی کا عفریت، وحشت کا عفریت۔

علامہ راغب اصفہانی نے کہا: جنات میں سے عفریت اس کو کہا جاتا ہے جو موذی اور خبیث ہو، جیسے بہت بد کردار اور سازشی انسان کو شیطان کہا جاتا ہے اسی طرح بہت خبیث جن کو عفریت کہا جاتا ہے۔ (المفردات، ج ۲، ص ۴۴۱)

امام ابن جریر نے کہا کہ عفریت کا معنی سرکش اور قوی ہے (جامع البیان، جز۱۹، ص۱۹۷)
قال ابن عباس: العفریت الداھیة۔ و قال الضحاك: ھو الخبیث۔

(المعالم التنزیل)

الداھی الخبیث الشریر،من العفر،یقال:عفر: اذا كان قویاً خبیثاً منكر،ھو ابین العفارة: وھو الخبیث والشیطنة والدھاء۔

(Terminology Enc.com)(عفریت: مکار، خبیث اور فسادی، یہ "عفر" سے ماخوذ ہے جب کوئی بہت طاقت ور، خبیث اور برا ہو تو کہا جاتا ہے "عفر" اسی طرح کہا جاتا ہے "ھو بین العفارۃ" عفارہ کا معنی خباثت، شیطنت، اور مکاری ہے) (Terminology Enc.com)

عفریت عربی میں خبیث، سرکش کو کہتے ہیں دیو، قوی ہیکل۔ بڑے بڑے ڈول والا (وکیپیڈیا)

بخاری شریف کی حدیث ۳۴۲۳ بھی میں "عفریت" استعمال ہوا ہے:

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا(ان عفریتا من الجن) ایک خبیث جن کل رات میرے سامنے آگیا تاکہ میری نماز خراب کردے لیکن اللہ تعالیٰ مجھے اس پر قدرت دی اور میں نے اسے پکڑ لیا۔ پھر میں نے چاہا کہ اسے مسجد کے کسی ستون سے باندھ دوں کہ تم سب لوگ بھی دیکھ سکو، لیکن مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آگئی کہ یا اللہ! مجھے ایسی سلطنت عطا کر جو میرے سوا کسی کو میسر نہ ہو۔ اس لیے میں نے اسے نامراد کر دیا۔

نتیجہ: حدیث شریف، عربی، اردو لغت اور مفسرین کے مطابق: عفریت، جنات میں سے خبیث، بڑے ڈیل ڈول والا جن ہے۔

اس پس منظر میں "عفریت" کے اردو تراجم کی جامعیت کا مطالعہ کرتے ہیں:

(۱)۔ ایک قوی ہیکل جن نے عرض کیا(ڈاکٹر طاہر القادری)

(۲)۔ جنون میں میں سے ایک قوی ہیکل جن نے عرض کیا(مولانا سید مودودی)

(۳)۔ ایک قوی ہیکل جن کہنے لگا(محمد جونا گڑھی)

(۴)۔ جنات میں سے سے ایک قوی ہیکل جن نے کہا(فتح محمد جالندھری)

(۵)۔ ایک قوی ہیکل جن نے کہا(مفتی تقی عثمانی)

(۶)۔ جنوں میں سے ایک دیو نے کہا(ڈاکٹر اسرار)

اس طرح کے تراجم کے مزید نظائر پیش کئے جاسکتے ہیں۔ ان تراجم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں "عفریت" کا معنی قوی ہیکل جن سے مراد لیا گیا ہے اور سرکش یا خبیث کے پہلو کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے جس سے "عفریت" کی جامعت پوری ہوتی

دکھائی نہیں دے رہی ہے، ترجمے میں جامعت اس وقت تک پوری نہیں ہو سکتی جب تک اس میں سرکش، یا خبیث میں سے کسی ایک کا اضافہ نہیں کیا جاتا۔

اس مرحلے پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حدیث، تابعی مفسر، مفسرین قرآن اور عربی ،اردو لغات میں "عفریت" کے جو معنی متعین کئے ہیں ان کی روشنی میں کنزالایمان میں "عفریت" کے معنی کا مطالعہ کرتے ہیں:

"ایک بڑا خبیث جن بولا" (کنزالایمان)

مفکر اسلام الشیخ احمد رضا خان قادری حنفی ماتریدی نے دیو ہیکل کا سادہ ترجمہ "بڑا" کیا ،سرکش اور خبیث میں سے "خبیث" کا انتخاب کیا ہے پس معلوم ہوا کہ مفکر اسلام کا ترجمہ جامعیت کے ساتھ ساتھ نہ صرف حدیث شریف بلکہ تابعی مفسر، جمہور مفسرین اور اردو، عربی لغات کا بھی آئینہ دار ہے اکثر مترجمین نے "عفریت" کے ترجمے کی بجائے "دیو" کا ترجمہ صرف قوی ہیکل کیا ہے جس کا محل یہاں نہیں ہے۔ جب کہ آپ نے "عفریت" کا ترجمہ بڑا خبیث جن کیا ہے جو بڑا قوی اور دیو ہیکل ہونے کے ساتھ ساتھ سرکش اور خبیث بھی تھا۔ یہی دیو اور عفریت کا بنیادی فرق ہے جس کا امتیاز دیگر مترجمین نہیں کر سکے جب کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکمرانی تمام اقسام کے جنوں پر تھی۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم۔ جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

إِذْ هَمَّت طَّائِفَتَانِ مِنكُمْ أَن تَفْشَلَا کے ترجمے کا مطالعہ علم بیان کے تناظر میں

اہل علم و دانش علوم کو دو بڑے حصوں میں منقسم کرتے ہیں:

مثبت علوم: ان علوم میں حقائق کو جوں کا توں بیان کر دیا جاتا ہے۔ اکثر علوم کا تعلق انہی علوم سے ہے۔

دوم: معیاری علوم: ان علوم میں حقائق کا معیار متعین کیا جاتا ہے کہ انہیں کیسا ہونا چاہیے۔

صحت فکر کے معیار کا تعلق منطق سے، معیار خیر و شر کا تعلق اخلاقیات سے اور معیار حسن و قبح کا تعلق جمالیات سے ہے جمالیات کی شاخیں آرٹ، موسیقی اور ادب ہیں۔ ادب ایسی تحریر ہے جس میں الفاظ اس ترتیب و تنظیم سے استعمال کئے گئے ہوں کہ قاری کے جمالیاتی احساسات اس سے لطف اندوز ہوں اور اس کے معنی سے مسرت حاصل کریں۔ ادب ایک طرف احساس جمال سے لطف اندوز کرتا ہے دوسری طرف الفاظ کی جمالیاتی ترتیب سے احساس کو غیر ضروری عناصر سے پاک کرکے اس طرح پیش کرتا ہے کہ اسے پڑھتے ہوئے انسان جمالیاتی ذوق کی غیر معمولی رفعت وبلندی کو چھونے لگتا ہے۔

ادب کی ایک شاخ "علم بیان" ہے جس میں کسی لفظ کو حقیقی معنی میں بھی استعمال کیا جا سکتا ہے اور مجازی معنی میں بھی۔ جب کسی لفظ کو مجازی معنی میں استعمال کیا جائے تو اس کے معنی کے لئے لغت سے استناد نہیں کیا جا سکتا جیسےَ: استعارہ، تشبیہ، کنایہ، مجاز مرسل وغیرہ میں۔

اس پس منظر میں کنزالایمان ہمہ جہت پہلو کا حامل ہے جس میں سے ایک جمالیاتی اور ادبی پہلو بھی ہے۔ مفکر اسلام الشیخ احمد رضا خان قادری حنفی ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ نے کنزالایمان میں ادب کی تمام اصناف سخن کو نہایت ہی خوبصورتی کے ساتھ برتا ہے انہی میں سے ایک علم بیان ہے اس علم کی روشنی "فشل" کے ترجمہ میں حقیقی اور مجاز مرسل کا اطلاق کنزالایمان میں کیا گیا۔ "فشل" سے متعلق یہ لفظ قرآن میں چار مرتبہ وارد ہوا، مفکر اسلام نے اس کا تین آیت میں حقیقی ترجمہ کیا اور ایک آیت کا مجاز مرسل کے تحت کیا ہے۔

فشل کا حقیقی ترجمہ ملاحظہ ہو:

(۱)۔ حَتَّىٰٓ إِذَا فَشِلْتُمْ (آل عمران:۱۵۲)

یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی کی

(۲)۔ فَتَفۡشَلُوۡا (الانفال ۴۶) پھر بزدلی کروگے

(۳)۔ لَّفَشِلۡتُمۡ (الانفال:۴۳) توضرور تم بزدلی کرتے

مجاز مرسل:

عمومی قاعدہ تو یہ ہے کہ لفظ کو اس کے حقیقی معنی میں استعمال کیا جائے جس کے لئے وہ بنایا گیا ہے۔ اس قاعدے کے تحت مفکر اسلام رحمۃ اللہ علیہ نے "فشل" کا حقیقی ترجمہ بزدلی کیا ہے۔ لیکن ادیب و شاعر بعض اوقات لفظ کو دل کشی، جاذیت کا پیرہن پہنانے کے لئے اسے حقیقی معنی کی بجائے کسی اور معنی میں استعمال کریں تو اسے "مجاز" کہتے ہیں۔ اصطلاح میں مجاز وہ لفظ ہے جو اپنے حقیقی معنی کی بجائے مجازی معنی میں استعمال ہو اور حقیقی و مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق بھی نہیں ہو۔ قرآن مختلف اسالیب کا مرقع ہے ان سے ایک مجازی اسلوب بھی جس کی قرآن مجید میں متعدد امثال موجود ہیں جیسا کہ:

"اولٓئِكَ مَا يَأۡكُلُوۡنَ فِىۡ بُطُوۡنِهِمۡ اِلَّا النَّارَ"

یہ لوگ نہیں کھاتے ہیں اپنے پیٹوں میں مگر آگ۔

اس آیت میں "آگ" اپنے حقیقی معنی کی بجائے، مجازی معنی "حرام مال پیٹ میں ڈالنا" کے معنی میں استعمال ہوئی ہے،

مفکر اسلام الشیخ احمد رضا خان قادری حنفی ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی **"قرآنی اسلوب مجازی"** کی پیروی کرتے ہوئے متعدد بار کنزالایمان میں اس کا عملی اطلاق کیا ہے جس کی ایک مثال ملاحظہ ہو:

إِذۡ هَمَّت طَّآئِفَتَانِ مِنكُمۡ أَن تَفۡشَلَا (آل عمران:۱۲۲)

جب تم میں کے دو گرہوں کا ارادہ ہوا کہ نامردی کر جائیں

ہم اس ترجمہ میں میں دیکھتے ہیں کہ آپ نے جس طرح ”فشل“ کا حقیقی ترجمہ تینوں آیات میں ”بزدلی“ کیا ہے مگر اس آیت کا ترجمہ مجازی معنی ”نامردی کر جائیں“ سے کیا ہے۔ جس کے معنی بزدلی، کاہلی، ناکامی اور سستی کے ہیں۔ حقیقی کی بجائے مجازی ترجمہ کر کے آپ نے قرآنی اسلوب مجاز کی سعادت کو اپنے دامن میں سمیٹنے کی کوشش کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی ماہر ادب کنزالایمان کا مطالعہ ادبی عینک لگا کر کرتا ہے تو وہ دادو تحسین دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

یہ حقیقت روز روشن کی طرح ماہرین ادب پر عیاں ہے کسی عبارت میں کوئی لفظ مجازی معنی میں استعمال ہوا ہے تو مجازی معنی ہی مراد ہوں گے اور اس کے حقیقی معنی پر اصرار کرنا، نہ صرف ادب شناسی سے محرومی کے مترادف ہے، بلکہ مبینہ طور سنگین ادبی جرم بھی ہے۔

مفتی محمد شفیع نے بھی مذکورہ آیت کے ”فشل“ کا ترجمہ وہی کیا جو کنزلایمان میں بیان کیا گیا ہے:

جب قصد کیا دو فرقوں نے تم میں سے کہ نامردی کریں (معارف القرآن)

نامردی کے مجازی معنی پر مشتمل فارسی کا یہ یہ شعر ملاحظہ ہو:

انتظار قتل، **نامردی است** درآئین عشق۔۔۔۔۔خون خود چوں کوہکن مردانہ می ریزیم ما (صائب تبریزی)

(عشق کے قانون میں قتل ہونے کا انتظار کرنا، بزدلی ہے۔ ہم اپنا خون فرہاد کی طرح خود ہی مردانہ وار بہارہے ہیں)

پس معلوم ہوا کہ مفکر اسلام نے مذکورہ بالا آیت کا ترجمہ علم بیان کی روشنی میں کیا ہے جس میں ادب کی صنف مجاز مرسل کا بھر اطلاق کیا گیا ہے جو ادب کا ایک حسین مرقع ہے اگر کوئی اس ترجمے کے حقیقی معنی پر اصرار کرے تو معلوم ہو گا ایسا شخص فن ادب سے مکمل کورا ہے۔ ایسے شخص کا علمی بھرم اسی میں ہے کہ وہ ایسے ادبی امور میں لب کشائی سے گریز کرے یہی اس کے حق میں بہتر ہے۔